ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

46

www.tanzeem.org

8 تا 14 صفر المظفر 1436ھ/2 تا 8 دسمبر 2014ء

اس شمارے میں

بڑے اجتماعات ہدف یا......

یہود و نصاریٰ سے دوستی

وہ کیا گردوں تھا......

خطہ کی صورتحال

حب الوطنی کی قیمت

لوٹ آؤ!

کیا جواب دوگے؟

اقبال تیرے دیس کا......

غلبہ دین حق کے لئے کوشاں کارکنوں کا اہم وصف

ملامت ومخالفت سے بے پروائی

راہ حق میں ملامت مخالفانہ بھی ہوتی ہے اور ناصحانہ بھی۔ لوگ ہمدرد بن کر کہتے ہیں: میاں اپنے کیریئر کی فکر کرو، کچھ تو اپنے مستقبل کا خیال کرو، اپنی اولاد کے متعلق سوچو، بچیوں کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں ــــ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ پاگل اور دیوانے ہوگئے ہو؟ کہ بس ایک دُھن تم پر سوار ہوگئی ہے، کچھ تو سوچو اور اپنے مستقبل کی فکر کرو۔ یہ ناصحانہ انداز کی مخالفت ہے۔ دوسری مخالفانہ انداز کی ملامت ہوتی ہے: شیخ چلی کے خواب دیکھ رہے ہو! صدیوں سے جمے جمائے نظام کو بدلنے کے لیے کھڑے ہو رہے ہو؟ ہم نے اپنے آباء واجداد سے جو نظام ورثہ میں پایا ہے، اس کی مخالفت کر رہے ہو۔ کیا ہمارے اسلاف نادان تھے جو اس نظام کو قائم کر گئے اور کیا ہمارے موجودہ عمائدین وقائدین بیوقوف ہیں جو اس نظام کو چلا رہے ہیں؟ پھر ان کی سیادت وقیادت ہے، ان کا اثر ورسوخ ہے، ان کے ہاتھ میں قوت وطاقت ہے، ان کے مالی ومعاشی مفادات اس نظام سے وابستہ ہیں۔ تم مٹھی بھر سر پھرے کیا تیر مار لوگے؟ ــــ ان دونوں ملامتوں سے کوئی اثر لئے بغیر اپنی توانائیاں، اپنی قوتیں، اپنی صلاحیتیں اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لیے لگانا، یہ ہے وہ اہم وصف جو سچے اہل ایمان میں ہونا ناگزیر ہے، جو غلبۂ دین حق کے لیے کوشاں ہوں۔

منہج انقلاب نبوی ﷺ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

الھدیٰ (638)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

روزِ محشر نبی کی گواہی

سُورۃُ النَّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 84 تا 87

وَیَوۡمَ نَبۡعَثُ مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیۡدًا ثُمَّ لَا یُؤۡذَنُ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَلَا ہُمۡ یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الۡعَذَابَ
فَلَا یُخَفَّفُ عَنۡہُمۡ وَلَا ہُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا شُرَکَآءَہُمۡ قَالُوۡا رَبَّنَا ہٰۤؤُلَآءِ شُرَکَآؤُنَا الَّذِیۡنَ کُنَّا نَدۡعُوۡا
مِنۡ دُوۡنِکَ ۚ فَاَلۡقَوۡا اِلَیۡہِمُ الۡقَوۡلَ اِنَّکُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ ﴿۸۶﴾ وَاَلۡقَوۡا اِلَی اللّٰہِ یَوۡمَئِذِ ۣالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ ﴿۸۷﴾

آیت ۸۴ ﴿وَیَوۡمَ نَبۡعَثُ مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیۡدًا﴾ ’’اور جس دن ہم اٹھائیں گے ہر اُمت میں سے ایک گواہ‘‘

شہادتِ حق کا یہ مضمون اس سورت میں دو مرتبہ (مزید ملاحظہ ہو آیت ۸۹) آیا ہے‘ جبکہ قبل ازیں سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۴۳ اور سورۃ النساء کی آیت ۴۱ میں بھی اس کا ذکر ہے۔ آیت زیر نظر میں ہر امت میں سے جس گواہ کا ذکر ہے وہ اس امت کا نبی یا رسول ہوگا۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف میں فرمایا گیا: ﴿فَلَنَسۡـَٔلَنَّ الَّذِیۡنَ اُرۡسِلَ اِلَیۡہِمۡ وَلَنَسۡـَٔلَنَّ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۙ﴿۶﴾﴾ ’’ہم ضرور پوچھیں گے ان سے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور ہم رسولوںؑ سے بھی پوچھیں گے‘‘۔ روزِ محشر ہر اُمت کی پیشی کے وقت اس امت کا رسولؑ عدالت کے سرکاری گواہ (prosecution witness) کی حیثیت سے گواہی دے گا کہ اے اللہ! تیری طرف سے جو پیغام مجھے اس قوم کے لیے ملا تھا وہ میں نے بے کم وکاست ان تک پہنچا دیا تھا۔ اب یہ لوگ جوابدہ ہیں‘ ان سے محاسبہ ہو سکتا ہے۔ اس طرح تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اپنی اپنی اُمت کے خلاف گواہی دیں گے۔

﴿ثُمَّ لَا یُؤۡذَنُ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَلَا ہُمۡ یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۸۴﴾﴾ ’’پھر کافروں کو نہ (بولنے کی) اجازت ملے گی اور نہ ہی ان کو عذر پیش کرنے کا موقع دیا جائے گا۔‘‘

اُس وقت انہیں ایسا موقع فراہم نہیں کیا جائے گا کہ وہ عذر تراش کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر سکیں۔

آیت ۸۵ ﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الۡعَذَابَ فَلَا یُخَفَّفُ عَنۡہُمۡ وَلَا ہُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۸۵﴾﴾ ’’اور جب یہ ظالم دیکھ لیں گے عذاب کو تو پھر اسے ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں کوئی مہلت دی جائے گی۔‘‘

آیت ۸۶ ﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا شُرَکَآءَہُمۡ قَالُوۡا رَبَّنَا ہٰۤؤُلَآءِ شُرَکَآؤُنَا الَّذِیۡنَ کُنَّا نَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِکَ ۚ﴾ ’’اور جب مشرک لوگ دیکھیں گے اپنے (بنائے ہوئے) شریکوں کو تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہی ہیں ہمارے وہ شریک جنہیں ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے۔‘‘

﴿فَاَلۡقَوۡا اِلَیۡہِمُ الۡقَوۡلَ اِنَّکُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ ﴿۸۶﴾﴾ ’’تو وہ پھینک دیں گے یہ بات انہی کی طرف کہ تم لوگ یقیناً جھوٹ بول رہے ہو۔‘‘

شرک کا ارتکاب کرنے والے یہ لوگ محشر میں جب اُن مقدس ہستیوں کو دیکھیں گے جن کے نام کی وہ دنیا میں دہائی دیا کرتے تھے تو پکار اٹھیں گے کہ اے اللہ! یہ ہیں وہ ہستیاں جنہیں ہم پکارا کرتے تھے آپ کو چھوڑ کر۔ مثلاً حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی دہائی دینے والے جب وہاں آپؒ کو بلند مراتب پر فائز دیکھیں گے تو آپؒ کو پہچان کر ایسے کہیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا شریک ٹھہرانے والے جب آپؑ کو دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے کہ یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم جنہیں ہم اللہ کا چہیتا بیٹا سمجھتے تھے اور ہمارا عقیدہ تھا کہ وہ سولی پر چڑھ کر ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کر چکے ہیں۔

یہ تمام مقدس ہستیاں وہاں مشرکین کے مشرکانہ عقائد سے اظہارِ براءت کریں گی کہ ہمارا تم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے کہ تم لوگ دنیا میں ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور اللہ کے سوا ہمیں پکارا کرتے تھے۔ قبل ازیں یہ مضمون سورۂ یونس کی آیت ۲۸ اور ۲۹ میں بھی گزر چکا ہے۔

آیت ۸۷ ﴿وَاَلۡقَوۡا اِلَی اللّٰہِ یَوۡمَئِذِ ۣالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ ﴿۸۷﴾﴾ ’’اور وہ (سب کے سب) اُس روز اللہ کے حضور عاجزی پیش کریں گے اور گم ہو جائیں گے اُن سے (وہ عقائد) جو وہ گھڑا کرتے تھے۔‘‘

ایسی مقدس ہستیوں کے بارے میں جو عقائد اور نظریات انہوں نے گھڑ رکھے تھے کہ وہ انہیں عذاب سے بچالیں گے اور اللہ کی پکڑ سے چھڑا لیں گے‘ ایسے تمام خودساختہ عقائد میں سے اس دن انہیں کچھ بھی یاد نہیں رہے گا اور عذاب کو دیکھ کر ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

8 تا 14 صفر المظفر 1436ھ — جلد 23
2 تا 8 دسمبر 2014ء — شمارہ 46

مدیر مسئول / حافظ عاکف سعید
مدیر / ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر / محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-36293939
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بڑے اجتماعات ہدف یا حصولِ ہدف کا ذریعہ؟

پاکستان میں ماہ نومبر دینی و مذہبی جماعتوں کے سالانہ اجتماعات کے انعقاد کا مہینہ ہوتا ہے۔ یہ اجتماعات لاہور میں منعقد ہوتے ہیں شاید اس لئے کہ اس مہینے میں لاہور میں صبح کو زیادہ گرمی نہیں ہوتی اور شام کو زیادہ سردی نہیں ہوتی موسم معتدل ہوتا ہے کارکنان اور دیگر شرکت کنندگان کو موسم کی شدت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا لہٰذا سال رواں میں اسی روایت کے مطابق تبلیغی جماعت اپنے دو اجتماعات اور جماعت اسلامی اپنا اجتماع عام منعقد کر چکی ہیں اور جماعۃ الدعوۃ کا لاہور میں آل پاکستان اجتماع اگلے چند روز میں منعقد ہونے کو ہے یہ اجتماعات عوامی شرکت کے حوالے سے بہت کامیاب رہے۔ تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع کو چند سال ہوئے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا کیونکہ رائے ونڈ کے وسیع و عریض میدان کا دامن بھی اب تنگ پڑ رہا تھا شنید یہ ہے کہ آئندہ اسے چار حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔ جماعت اسلامی کا اجتماع عام بھی عوامی شرکت کے حوالے سے بہت کامیاب تھا۔ جماعۃ الدعوۃ جو شہروں میں بڑی بڑی ریلیاں اور جلوس نکالتی ہے ظاہر ہے وہ بھی آل پاکستان بنیاد پر ایک بہت بڑا اجتماع منعقد کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

یقیناً یہ ایک خوش کن بات ہے کہ مسلمانان پاکستان ایک بہت بڑی تعداد میں اللہ تبارک تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فرمودات سننے آتے ہیں۔ اور یقینی طور پر بہت سوں کی قلبی اور ذہنی ماہیت تبدیل ہوتی ہو گی۔ بہت سے بے قاعدہ نمازی باقاعدہ نمازی بن جاتے ہوں گے۔ بہت سے لوگ گھروں کی بجائے مساجد میں نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہوں گے۔ بہت سے لوگ اپنے معمولات زندگی میں اوراد اور ذکر الٰہی میں اضافہ کر دیتے ہوں گے۔ بہت سے لوگ تبلیغ کے لئے اپنا وقت وقف کرنے کا اعلان یا عہد کرتے ہوں گے۔ جماعت اسلامی کے امیر محترم سراج الحق نے اپنے اختتامی خطاب میں شرکاء سے عہد لیا کہ وہ جھوٹ نہیں بولیں گے، غیبت نہیں کریں گے، خود حرام کھائیں گے نہ بچوں کو حرام کھلائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ ایسے عہد لینا یقیناً قابل ستائش ہے۔ پاکستان کی سڑسٹھ (67) سالہ تاریخ کا جائزہ لیں تو مسلمانانِ پاکستان کے بارے میں بہت آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ ہر اگلے روز مساجد میں نمازیوں کا اضافہ ہوا مساجد کو خوبصورت بنانے میں لوگوں نے دل کھول کر چندے دیئے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیئے۔ روزہ داروں میں اضافہ ہوا پھر یہ کہ احترام رمضان کی صورت حال پہلے سے بہتر ہوئی۔ حج و عمرہ کے لئے ذوق وشوق میں بے حساب اضافہ ہوا ہے۔ لوگ حکومت کو انکم ٹیکس دینے سے گریز کرتے ہیں لیکن خیراتی اداروں کو بے دریغ پیسہ دیا جا رہا ہے۔ ہزاروں مذہبی مدارس اور بہت سے ہسپتال کسی قسم کی حکومتی مدد کے بغیر اپنے اخراجات پورے کر رہے ہیں۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ آبادی اور وسائل بڑھنے سے یہ سب کچھ زیادہ تعداد میں نظر آتا ہے۔ ہم پورے یقین اور وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ آبادی میں جس شرح سے اضافہ ہوا ہے نسبت و تناسب کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی اس سے کہیں بڑھ کر

لوگوں کے مذہبی رجحان میں اضافہ ہوا ہے، لیکن اور یہ بہت بڑا لیکن ہے کہ یہ عظیم المیہ بھی رونما ہو رہا ہے کہ بددیانتی، حرام خوری، عہد شکنی، دروغ گوئی، بے غیرتی اور بے حیائی میں بھی اضافہ ہوا۔ ظلم وستم بھی بڑھا ہے معاشرے میں درندگی اور بہیمت کے ایسے ایسے مظاہر دیکھنے میں آئے ہیں کہ اپنے مسلمان ہونے ہی نہیں انسان ہونے پر بھی شرمندگی محسوس ہوتی ہے مثلاً پانچ سالہ بچی کے ساتھ جنسی زیادتی یا کسی چودھری کا ملازم پر کتے چھوڑ دینا۔ اہلِ نظر و اہلِ دل کے لئے یہ دورخی باعث تشویش ہے۔ جب ہم اسے محض باعث تشویش کہتے ہیں تو شدت سے یہ احساس ہوتا ہے کہ صورت حال کی سنگینی کی صحیح نقشہ کشی نہیں کر رہے حقیقت یہ ہے کہ لغت ایسا مناسب اور صحیح لفظ فراہم کرنے سے ہی قاصر ہے جس سے اس درندگی کی مذمت کی جاسکے اور معاشرے کے بگاڑ کا تصور کیا جاسکے۔ یہ دو مختلف اور متضاد سمتوں کی طرف سفر نا قابل فہم ہے۔ نماز تو بُرائی سے بچاتی ہے پھر معاشرہ بدتر کیوں ہوتا جا رہا ہے۔ روزہ تو روح کی تقویت کا باعث بنتا ہے، لیکن معاشرہ روحانی طور پر مفلس کیوں ہو رہا ہے۔ اللہ کا ذکر تو دلوں کو نرم کرتا ہے۔ یہ معاشرہ اتنا شقی القلب کیوں ہوتا جا رہا ہے۔ اسلام تو عدل و انصاف کا علمبردار ہے، پاکستانی معاشرے میں یہ ظلم و درندگی کہاں سے در آئی ہے۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ مسلمان ایک جسد کی مانند ہیں جب جسم کے ایک حصے کو تکلیف پہنچتی ہے تو دوسرا حصہ بھی متاثر ہوتا ہے، لیکن یہاں بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہے۔ حسد اور غیبت جیسی بیماریاں وبائی امراض کی صورت اختیار کر گئی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہماری دوئی پسندی کا نتیجہ ہے ہم دل اور شکم کو گڈمڈ کر رہے ہیں۔ ہم دو کشتیوں کے سوار ہیں ہم چاہتے ہیں کہ رند کے رند رہیں اور جنت بھی ہاتھ سے نہ جائیں۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ تمام لوگ قانون کے تابع ہوں اور اُس کی پابندی کریں۔ البتہ میری بات دوسری ہے، میری مجبوری ہے، مجھے استثنا حاصل ہونا چاہیے وغیرہ وغیرہ

قارئین کرام سوچیے، غور و فکر کیجیے اور جاننے کی کوشش کریں کہ ایسا کیوں ہے؟ بات کو سمجھنے کے لئے عالم کفر پر نگاہ ڈالیں، وہ یکسو ہو چکے ہیں۔ اُن کی ایک آنکھ مکمل طور پر بند ہے۔ یہی دنیا سب کچھ ہے۔ اوّل تو آخرت کے تصور ہی کو رد کیا جا چکا ہے اور اگر کوئی مذہبی سوچ گنتی کے چند افراد رکھتے بھی ہیں تو وہ اس سے زیادہ نہیں کہ اللہ کا بیٹا یسوع مسیح (معاذ اللہ) ہماری خاطر سولی پر چڑھ کر ہمارے سب گناہوں کا کفارہ ادا کر چکا ہے۔ لہٰذا اس دنیا میں اعلیٰ مقام حاصل کرنا ہی مطلوب و مقصود ہے۔ اللہ کی سنت یہ ہے کہ انسان جس طرف جانا چاہتا ہے وہ اُسی طرح کے راستے کھول دیتا ہے۔ پھر یہ کہ اللہ تبارک تعالیٰ قرآن عظیم میں اپنا یہ فیصلہ صادر کر چکا ہے کہ جو صرف دنیا چاہیے گا، ہم وہ اُسے دیں گے جتنی چاہیں گے، لیکن آخرت میں اُس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اور خسارہ ہی اُن کا مقدر ہوگا۔

اسی اصول کے تحت مغربی معاشرہ اس دنیا میں اپنی ذات اور اپنی قوم کی سربلندی کے لئے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہے۔ اور ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ عالم اسلام خصوصاً مسلمانانِ پاکستان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ دورخی اختیار کر کے نہ گھر کے رہے ہیں نہ گھاٹ کے۔ اجتماعی اور حکومتی نظام مغرب کا اپنایا ہوا ہے۔ انفرادی سطح پر معاملہ کچھ یوں ہے کہ نومولود تھے تو کان میں اللہ اکبر اللہ اکبر کی گونج سنائی دی۔ اکثریت کا معاملہ یہ رہا کہ گھر پر بسم اللہ بھی پڑھائی گئی اور A B C کا جاننا بھی لازم تھا۔ پھر یہ کہ فطری دین سے تعلق اور مولوی کا وعظ مسجد کی طرف کھینچتا ہے اور رائج نظام دنیوی حرص و ہوا پیدا کرتا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ اکثریت نے عملی طور پر رحمان اور شیطان دونوں کو خوش کرنا شروع کر دیا اگرچہ زبان سے جو چاہے کہتے رہے۔ یہ ہے ہمارا اصل مرض، یہ ہے ہمارا اصل روگ، جو وبا کی صورت اختیار کر گیا ہے اور اس کا صرف اور صرف ایک حل ہے جو قرآن پاک تجویز کر چکا: ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ'' (البقرہ:208) یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اسلام حصول دنیا سے روکتا نہیں ہے۔ جائز طریقے سے اور شریعت محمدی کے دائرے کے اندر دنیا ملے تو کوئی حرج نہیں۔ اس اصول کے تحت جس کا حکم دیا جائے وہ کرو اور جس سے روک دیا جائے اُس سے رک جاؤ۔ اللہ اور رسول ﷺ جس چیز کا فیصلہ کر دیں مسلمان کا عمل ہی نہیں خواہش بھی اس کے مطابق ہونی چاہیے نماز اور روزہ بھی اللہ کا حکم ہے اور تمام نظام زندگی کو اسلام اور شریعت کے تابع کرنا بھی اُسی اللہ کا حکم ہے دنیا میں پیدا ہونے والے ہر انسان کو اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ دنیوی جبر قابل قبول نہیں، لیکن اگر آپ مسلمان ہیں تو پھر انفرادی ہی نہیں اجتماعی اور ریاستی سطح پر بھی مسلمان ہونا پڑے گا۔ آدھا تیتر آدھا بٹیر کسی صورت نہیں چلے گا۔

لہٰذا دینی جماعتوں کا مقصد محض بڑے اجتماعات کا انعقاد ہی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ قائدین کا فرض ہے کہ لوگوں کو بتائیں کہ اُنہیں نہی عن المنکر کا فریضہ بھی ادا کرنا ہوگا، کیونکہ نماز روزہ کی پابندی کے ساتھ اس باطل نظام کو بھی زمین بوس کرنا ہوگا، جس کی بنیاد ظلم پر ہے۔ مسلمان کا فرض ظلم مٹانا ہے۔ مسلمان اگر باطل نظام کے ساتھ خود کو ایڈجسٹ کرتا ہے تو پھر وہ اسی صورت حال سے دو چار ہوگا جس کا آج عالم اسلام اور پاکستان کو سامنا ہے۔ دینی جماعتوں کے اجتماع کا مقصد اقامت دین یعنی نفاذ اسلام کی تحریک کو مہمیز لگانا ہونا چاہیے نہ کہ سیاسی قوت کا اظہار، جس سے نہ پہلے کوئی مثبت نتیجہ نکلا، نہ اب نکلے گا۔ وما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

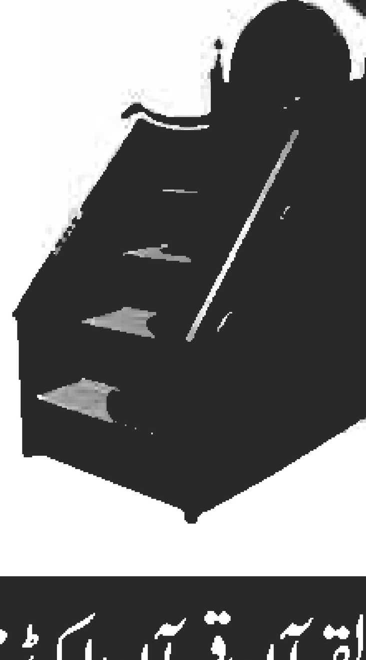

یہود و نصاریٰ سے دوستی

سورۃ المائدہ کی آیات 51 تا 56 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 21 نومبر 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: محبوب الحق عاجز

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! سورۃ المائدہ کا آٹھواں رکوع ابھی آپ نے سماعت فرمایا۔ پچھلی مرتبہ میں نے سورۃ النساء کی کچھ آیات کا درس دیا تھا۔ جبکہ قبل ازیں سورۃ ق سے ہمارا سلسلہ وار بیان چل رہا تھا اور ہم سورۃ المنافقون کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اِس سورت میں نفاق اور منافقت کا مضمون آیا ہے۔ اس کی بے حد اہمیت ہے۔ نفاق کی حقیقت کیا ہے؟ یہ بات ہے کم از کم اس مسجد کے مستقل نمازیوں پر تو پہلے سے ہی واضح ہوگی۔ اس لیے کہ اِس موضوع پر والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بیسیوں دفعہ دروس دیئے۔

یہ موضوع آج کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ ہم مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ عام طور پر ہم سمجھتے ہیں کہ منافق کوئی الگ ہی کیٹگری ہے۔ ہمیں اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا کہ یہ مرض ہمیں چھو سکتا ہے یا ہم منافقت میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ آنحضورﷺ کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ نفاق کا اندیشہ اُس کو نہیں ہوتا جو واقعی منافق ہو چکا ہے، جبکہ ایک سچے مومن کو ہر وقت منافقت کا اندیشہ رہتا ہے۔ آج اس کے بالکل برعکس صورتحال ہے۔ اس پہلو سے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اچھی طرح کھنگال کر دیکھا جائے کہ منافقت کسے کہتے ہیں۔ منافقین کو سمجھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں ہی میں ان کا شمار ہوتا ہے عبداللہ ابن ابی (رئیس المنافقین) کی نماز جنازہ تک آنحضورﷺ نے پڑھا دی تھی۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کا حصہ ہوتے اور مسلمان سمجھے جاتے ہیں۔ قانوناً ان کی تکفیر نہیں ہوتی۔ تاہم اندر سے حقیقت ایمان ختم ہو کر انہیں نفاق کا مرض لاحق ہو جاتا ہے، مگر اس کا انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔ چنانچہ منافقت کو خوب پہچاننے کی ضرورت ہے۔

آج اس کے لئے میں نے سورۃ المائدہ کا ایک رکوع منتخب کیا ہے۔ اس وقت بحیثیت مجموعی ہم مسلمان جو کردار ادا کر رہے ہیں، بڑی طاقتوں کے ساتھ ہمارے جو رویے ہیں، امریکا کے ساتھ ہم جس انداز سے تعاون کر رہے ہیں، یہود کے ساتھ جس طور سے ہماری دوستیاں ہیں، ان سب کے حوالے سے ان آیات میں ہمیں بڑی واضح راہنمائی ملتی ہے اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ بلکہ اس رکوع کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ گویا یہ ہماری ہی راہنمائی کے لیے نازل ہوا ہے۔ ہم انہی حالات سے گزر رہے ہیں، جن کی نشاندہی ان آیات میں کی گئی ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ سورۃ المائدہ تکمیل شریعت کی سورت ہے۔ یہ حتمی آیات ہیں۔ اس سورت کے پہلے ہی رکوع میں یہ بات آئی ہے۔ ”آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا“ دین مکمل ہو چکا ہے۔ یہود و نصاریٰ سے متعلق یہ ہدایات حتمی ہیں۔ بدقسمتی سے آج مسلمانوں میں جو معروف دانشور کہلاتے ہیں، وہ اس اصل دین کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں جو محمد عربیﷺ کے ذریعے ہمیں ملا تھا۔ اِس کی بجائے وہ قرآن کی من مانی تاویلات کر کے لوگوں کو آج کی دنیا کے ساتھ سازگاری کا سبق دے رہے ہیں۔

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!

ایسے دانشوران آیات کے بارے میں اتھارٹی بن کر بڑے آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ آیات جن میں کہا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ تمہارے دشمن ہیں ان کا تعلق صرف حضورﷺ کے دور سے ہے، آج کے دور سے نہیں ہے۔ حالانکہ قرآن ابدی کلام ہے اور یہ تمام زمانوں کے لیے نازل ہوا ہے۔ چونکہ عام مسلمان دین کی بنیادوں کو صحیح طور سے نہیں جانتا اور علم دین کے حوالے سے بہت ہی سطحی معلومات رکھتا ہے۔ لہٰذا بڑی آسانی سے ان دانشوروں کا شکار ہو جاتا ہے کہ ہاں جو بات یہ کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہی ہوگی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہاں دو ٹوک انداز میں اہل ایمان کو یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع فرمادیا ہے۔ مسلمانوں کا ان کے ساتھ ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے، یہود و نصاریٰ کے ساتھ روابط مثبت بنیادوں پر ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر اس سے آگے بڑھ کر انہیں دوست بنانا، ان پر اعتبار کرنا، انہیں قابل اعتماد سمجھنا، ان سے اپنے مسائل شیئر کرنا، یہ بالکل الگ روش ہے، جو اسلام کی نظر میں قابل مذمت ہے۔ یہود و نصاریٰ میں سے جہاں تک یہود کا تعلق ہے، وہ نبیﷺ کے زمانے میں اسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کر رہے تھے۔ مدینہ میں مسلمانوں کا پالا یہود سے پڑا تھا۔ وہاں یہود کے تین قبائل موجود تھے۔ غزوۂ احزاب جس میں کفار سب سے بڑی جنگی قوت اکٹھی کر کے مدینہ پر چڑھ آئے تھے،

یہود ہی کی سازش کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے ہی قریش، بنوغطفان اور دوسرے جنگجو قبائل کو اس جنگ پر آمادہ کیا تھا۔ لہٰذا اسلام کے خلاف یہود کی سازشی ذہنیت تو بالکل واضح تھی، انہوں نے اسلام کے خلاف ہر طرح کی سازشیں کیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے آنحضورﷺ کو قتل کرنے کی بھی کئی کوششیں کیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی تائید تھی کہ آپ کو بروقت اطلاع ہوگئی اور آپ محفوظ رہے۔ لیکن انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تو اسلام دشمنی کے حوالے سے یہود کا کردار بڑا واضح تھا۔ اس کے برعکس نصاریٰ کا کوئی کردار بظاہر ویسا نہیں تھا۔ جزیرہ نمائے عرب کے اندر اور باہر نصاریٰ میں سے بہت سے لوگ ایسے تھے جنہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور اسلام کی تائید کی اور اُسے تقویت دی۔ بہت سے راہبوں نے لوگوں کو گائیڈ کیا کہ آخری نبیؐ کا ظہور جنوب میں کھجوروں کی سرزمین میں ہونے والا ہے۔ نصاریٰ کا کردار یہود کی طرح نہ ہونے کے باوجود قرآن نے دونوں کو بریکٹ کر دیا۔ اس لیے کہ بالآخر نصاریٰ نے بھی یہی کرنا تھا۔ آیئے، ان آیات کا مطالعہ کریں۔ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ﴾ (المائدۃ:51)

’’اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔‘‘

یہاں صاف لفظوں میں یہود و نصاریٰ سے دوستی سے ممانعت کر دی گئی۔ ساتھ ہی فرما دیا کہ ’’یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔‘‘ ان الفاظ کا اگر آپ اُس دور کے حوالے سے تجزیہ کریں تو ہمیں یہ عہد نبویؐ سے بھی زیادہ آج کے دور پر منطبق دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے کہ اس دور میں تو یہود اور نصاریٰ کی آپس میں شدید جنگیں ہوتی تھیں، جن میں خونریزی ہوتی تھی ابتدائی ادوار میں یہ ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، نصاریٰ جن کو رسول مانتے تھے بلکہ محبت اور غلو میں انہیں اللہ تک کا مقام دے دیا اور الوہیت میں شامل کر دیا تھا، یہود کا ان کے بارے میں موقف انتہائی نازیبا تھا، جسے زبان پر بھی نہیں لایا جا سکتا۔ یہود و نصاریٰ کی اِس باہم دشمنی کے باوجود اللہ کہہ رہا ہے کہ یہ ایک دوسرے کے ساتھی اور مددگار ہیں۔ ان کی اسلام دشمنی میں اُن کی ایک دوسرے کی مدد آج کے دور میں بالکل عیاں ہوگئی ہے۔ آج یہ اسلام کے خلاف اکٹھے ہیں۔ اسلام کے مقابلے میں ملت واحدہ ہیں۔ خود یہود مدینہ کا معاملہ یہ تھا کہ ان کے تین قبائل کی آپس میں بھی بڑی جنگیں رہتی تھیں۔ البتہ قدر مشترک یہ تھی کہ تینوں اسلام کے جانی دشمن تھے۔ اسی طرح اُس وقت یہود و نصاریٰ آپس میں باہم شیر و شکر نہ تھے جیسے آج ہیں۔ ممکن ہے کہ اِس آیت میں جو پیشین گوئی ہے یہ آج کے دور سے متعلق ہو، کہ آج اسلام دشمنی میں اُن کی باہمی رفاقت بالکل کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ اسلام کے خلاف یہ بالکل یکجان دو قلب ہو چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آیات تو آج کے دور پر پورے طور پر منطبق ہو رہی ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾

’’اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔‘‘ یہاں مسلمانوں کو اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول دے دیا گیا ہے۔ گویا بتا دیا گیا ہے کہ اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کن بنیادوں اور کن ٹھوس حقائق پر استوار ہوگی۔ مسلمانوں سے صاف کہہ دیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ پر انحصار کر کے نہ بیٹھنا، انہیں کہیں اپنا دوست نہ سمجھ بیٹھنا۔ یہ آستین کے سانپ ہیں۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جو کوئی ان سے دوستی کرے گا، وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو وقتی شکست ہوئی تو وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کا روگ تھا، انہیں اور زیادہ احساس ہوا کہ

پریس ریلیز 28 نومبر 2014ء

توہین رسالت کا قانون ختم کرنے کی کوشش درحقیقت حضورؐ سے مسلمانوں کا جذباتی تعلق ختم کرنے کی سازش ہے

دینی جماعتیں متحد ہو کر نفاذ شریعت کے لئے تحریک چلائیں تو ایسی فتنہ پردازی خود بخود ختم ہو جائے گی

حافظ عاکف سعید

توہین رسالت کا قانون ختم کرنے کی کوشش درحقیقت حضورؐ سے مسلمانوں کا جذباتی تعلق ختم کرنے کی سازش ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ وہ یورپین یونین کی اس قرارداد پر تبصرہ کر رہے تھے جو ان کی پارلیمنٹ نے پاکستان میں توہین رسالت کے قانون کے خلاف منظور کی تھی۔ اُنہوں نے کہا کہ یہودیوں نے دنیا کے بہت سے ممالک خصوصاً یورپ اور امریکہ میں ہولوکوسٹ پر مخالفانہ تبصرے پر پابندی عائد کروائی ہوئی ہے۔ اس حوالہ سے یہودیوں کے موقف سے اختلاف کرنا جرم ہے لیکن کائنات کی وہ عظیم ترین اور مقدس ترین ہستی جنہیں امریکی مصنف نے بھی اپنی کتاب The hundred میں سرفہرست رکھا ہے اور جن پر درود بھیجنا مسلمان کے لئے عبادت ہے، اُن کے خلاف زبان درازی کو آزادی رائے قرار دینا انتہائی گھٹیا سوچ کا مظہر ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ دشمنان اسلام پہلے قدم کے طور پر توہین رسالت کے قانون کو ختم کروانا چاہتے ہیں، پھر احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کے خلاف مہم چلائی جائے گی۔ اُنہوں نے تمام مکاتب فکر اور مسالک کے علماء کرام اور عوام سے اپیل کی کہ وہ مشترکہ طور پر حکومت کو انتباہ کریں کہ اگر C-295 یعنی توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے کی کوشش کی تو وہ اس کے خلاف پوری شدت سے تحریک چلائیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر دینی جماعتیں متحد ہو کر نفاذ شریعت کے لئے تحریک چلائیں تو ایسی فتنہ پردازی خود بخود ختم ہو جائے گی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

اب اسلام تو چھوٹی قوت ہے جبکہ یہود طاقتور ہیں اور سلطنت روم بھی اُن کی پشت پر ہے۔ لہٰذا انجام کار غلبہ انہی کا ہونا ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ دوستی رکھنی چاہیے۔ یہاں واضح کر دیا کہ جو شخص یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھاتا ہے اس خیال سے کہ ہمارا مستقبل اچھا ہو جائے، ایسا شخص منافق ہے اور کفر کی آخری حد تک پہنچا ہوا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ نفاق کی وادی میں داخل ہو چکا ہے۔ اگرچہ وہ دنیا میں مسلمان سمجھا جائے گا، لیکن اللہ کے ہاں اُس کا شمار کفار میں ہوگا۔ لہٰذا ان رویوں کا تمہیں انجام معلوم ہونا چاہیے۔ اس میں ہمارے لیے بڑی وعید ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (المائدۃ:51)

''بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' جو واضح قرآنی ہدایت کے باوجود یہود و نصاریٰ سے دوستی کی پینگیں بڑھاتے، وہ بڑے ظالم ہیں۔ ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیتا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس خیال سے یہود کے ساتھ دوستیاں بناتے ہیں کہ کچھ پتا نہیں، ان کا غلبہ ہو جائے۔ لہٰذا اپنا مستقبل محفوظ بنالیں، وہ پکے منافق ہیں۔ یہ گویا افراد کو راہنمائی دے دی گئی۔ اور ریاست کے حوالے سے بھی اس میں راہنمائی یہ ہے ان پر کبھی اعتماد نہ کیا جائے، کیونکہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الصف میں یہود کے حوالے سے فرمایا گیا کہ ﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ﴾ (آیت:8) ''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے (چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔'' یہ اپنے منہ کی سازشوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں، اسلام کا چراغ گل کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ یہ گویا ریاست کی خارجہ پالیسی کا رہنما اصول ہے جو یہاں دیا گیا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ﴾ ''تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے، تم ان کو دیکھو گے کہ ان میں دوڑ دوڑ کے ملے جاتے ہیں۔''

جب منافقین سے کہا جاتا تھا کہ یہود کے ساتھ دوستیاں نہ رکھو، تو وہ کہتے تھے کہ ہم اُن سے دوستیاں اس لئے رکھتے ہیں کہ جب کبھی ہمیں کوئی قرض لینا پڑ جائے، یا ہم پر کوئی اور مشکل آ جائے تو یہ ہماری مدد کر دیتے ہیں۔ آج ہماری بھی یہی کیفیت ہے۔ ہم افغانستان میں ایک سچی اسلامی حکومت کے خاتمہ کی جنگ میں امریکہ کے اتحادی کیوں بنے؟ اللہ کے وفادار مجاہدین کے قتل عام کے لیے تیار کیوں ہو گئے؟ اس کی وجہ یہ خوف تھا کہ اگر ہم نے امریکہ کی بات نہ مانی تو ہمارا توڑا بورا ہو جائے گا، معاشی نقصان ہو جائے گا۔ جبکہ امریکہ کا ساتھ دینے سے ہمیں کئی طرح کے فوائد حاصل ہوں گے۔ قرآن حکیم کے مطابق یہ رویہ تو ان لوگوں کا ہوتا ہے جن کے اندر مرض نفاق ہو۔ منافقین مدینہ حقیر مادی مفادات کے تحفظ کے لئے یہود و نصاریٰ میں گھسے جاتے تھے۔ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ ان کے ایجنڈے کو آگے بڑھاتے تھے۔ آج ہم انہی حالات میں ہیں۔ آگے فرمایا: ﴿فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ﴾ ''سو قریب ہے کہ اللہ فتح بھیجے۔'' اُس وقت کفر اور اسلام کی کشمکش چل رہی تھی۔ جس میں ایک طرف حضور ﷺ اور آپؐ کے سچے ساتھی تھے۔ دوسری جانب مشرکین اور یہود و نصاریٰ تھے۔ اس کشمکش میں جب جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے تو اگرچہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو بہت عظیم الشان فتح حاصل ہوتی، لیکن غزوۂ احد میں مسلمانوں کا نقصان اور وقتی طور پر شکست بھی ہوئی۔ منافقین کا خیال تھا کہ مستقبل میں یہود و مشرکین مسلمانوں پر غالب آ سکتے ہیں۔ فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ مسلمانوں کو فتح دے دے۔ ﴿اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝﴾ (المائدۃ:52) ''یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر (نازل فرمائے) (تو) پھر (کیا ہوگا، یہ کہ) یہ اپنے دل کی باتوں پر جو چھپایا کرتے تھے پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔''

یعنی جب اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے گا تو انہیں اپنے کئے پر ندامت ہوگی: ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ﴾ ''اور اس (وقت مسلمان تعجب سے) کہیں گے کہ کیا یہ وہی ہیں جو اللہ کی سخت سخت قسمیں کھایا کرتے تھے''۔ منافقین کی ندامت پر مسلمان کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جو قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہم مسلمانوں کے مفاد میں سب کچھ کر رہے ہیں۔ اب ان کا پول کھل گیا ہے:

﴿حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝﴾ (المائدۃ:53) ''اُن کے عمل اکارت گئے اور وہ خسارے میں پڑ گئے۔'' مرض نفاق کے سبب ان کے تمام اعمال ضائع ہو گئے۔ یہ پہلے ایمان لائے تھے۔ ٹریک پر تھے، مگر پھر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ ایمان گھٹتا اور نفاق کا مرض بڑھتا چلا گیا۔ تو اگر انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا یا کوئی نیک اعمال کیے بھی تھے تو یہ سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ ان کا انجام خسارہ ہی خسارہ ہے۔

آگے فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ﴾ (المائدۃ:54) ''اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں۔'' اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ نفاق کے روگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ یہ ارتداد عملی ہے۔ جو شخص منافق ہو گیا وہ عملی ارتداد کا شکار ہو گیا۔ یہ ارتداد ''ارتداد باطنی'' ہے۔ سورۃ النساء میں اس بارے فرمایا گیا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا﴾ (النساء:137) ''جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر کفر میں آگے بڑھتے چلے گئے۔'' یہ لوگ پہلے سچا ایمان لائے تھے۔ اس میں کوئی دھوکا شامل نہیں تھا۔ قران پڑھ کر ان کے دل نے گواہی دی تھی کہ ہاں یہ اللہ کی کتاب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا روشن کردار اور آپؐ کا اُسوہ کاملہ حسنہ دیکھ کر یہ مانا تھا کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپؐ کی ذات اللہ کی طرف سے ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ لیکن اب دین کے تقاضے سامنے آ رہے ہیں تو انہیں جان اور مال کا تحفظ اور مفادات عزیز تر ہو گئے ہیں۔ انہیں مستقبل خطرے میں نظر آ رہا ہے۔ یہ اس خیال سے کہ اگر یہود و نصاریٰ کو کامیابی ہو گئی، تو پھر ہمارا کیا بنے گا۔ لہٰذا اب آہستہ آہستہ ادھر کو کھسک رہے ہیں۔ شروع میں انہیں ندامت بھی ہوتی تھی اور یہ اپنی اصلاح کی طرف بھی متوجہ ہوتے تھے، مگر اب ڈھیٹ بن کر نفاق کے رستے پر گامزن ہو گئے ہیں۔ بہرکیف اہل ایمان سے فرمایا کہ اگر تم ارتداد کا شکار ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کوئی اور قوم لے آئے گا جو عملی طور پر ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں گے۔ ان کا ایمان اس درجے کا ہوگا کہ وہ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ اللہ کے سچے وفادار ہوں گے۔ ان کی زندگی انہی کاموں سے مزین ہوگی جو اللہ کو پسند ہیں۔

﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔'' ان لوگوں کی ایک اور اہم صفت یہ ہوگی کہ

سچے اہل ایمان کے حق میں جو جہاد و قتال کی منزلیں طے کر رہے ہیں، انتہائی نرم دل اور بالکل بچھے ہوئے ہوں گے۔ ان کے ساتھ دلی تعلق رکھیں گے۔ ہر وقت ان کی مدد کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔ جبکہ کافروں کے مقابلے میں بہت زور آور اور آہنی چٹان کی مانند ہوں گے۔ بقول اقبال۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!

سچے اہل ایمان کے ساتھ ہم اہل پاکستان کا رویہ کیا رہا ہے؟ ہم 13، 14 سال اسلام کے خلاف مسلط کردہ جنگ میں اللہ کے وفاداروں کے ساتھ کفار سے بھی زیادہ سختی کی روش اپنائے ہوئے ہیں۔ جبکہ کفار کے لیے جان بھی دینے کے لیے تیار ہیں۔ امریکی فوج کے اعلیٰ عہدیدار نے بعد میں کتاب لکھی جس میں صاف لکھا کہ نائن الیون کے بعد ہم نے پاکستان کے سامنے اپنے مطالبات کی ایک طویل فہرست رکھی تھی۔ خیال تھا کہ کچھ باتیں تو پاکستان مان ہی لے گا۔ لیکن اُس وقت ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب پاکستان نے ہماری ساری کی ساری باتیں بغیر چون وچرا کے مان لیں۔ میں یہ باتیں اس لئے بیان کر رہا ہوں، تاکہ معلوم ہو کہ اسلام اور کفر کے جاری معرکہ میں ہم کس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اور ہم اپنے آپ کو مسلمان کہنے کے باوجود یہ رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ ہم نے سچے اہل ایمان کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا۔ یہ حقیقتیں جب سامنے آئیں گی تو لوگ کانوں کو ہاتھ لگائیں گے۔ آج جنہیں دہشت گرد کہا جاتا ہے یہ وہی تو تھے جو روس کے خلاف لڑ رہے تھے۔ تو تب یہ امریکہ کو بہت پسند تھے، کیونکہ وہ ان کے ذریعے روس کے خلاف پراکسی وار لڑ رہا تھا اور روس سے ویتنام کی شکست کا بدلہ اتارنا چاہتا تھا۔ یہ لوگ اللہ کے سچے وفادار ہیں۔ وہ امریکہ کی خوشنودی کے لیے یہاں نہیں آئے بلکہ روس کے خلاف جذبۂ جہاد لے کر آئے تھے۔ ہم ان کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرتے ہیں، اور پھر اس کا کریڈٹ بھی لیتے رہے۔ اہل ایمان کا جو نقشہ ان آیات میں کھینچا گیا ہے، اس کا بالکل متضاد کردار ہم نے ادا کیا۔ سچے اہل ایمان کی ایک اور صفت یہ ہے کہ ﴿يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾ ''اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔''

مومنین کسی اور کے لیے جہاد نہیں کرتے، کسی اور قوت کے فرنٹ لائن اتحادی بن کر جنگ نہیں کرتے، بلکہ صرف اور صرف اللہ کے دین کے لیے جہاد کرتے ہیں اور وہ اس معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں۔ یہ زمین اللہ کی ہے۔ یہاں اللہ ہی کا نظام قائم ہونا چاہیے اور زمین پر جو نظام یہود و نصاریٰ نے قائم کیا ہے، وہ شیطانی نظام ہے۔ اس کو ہر صورت ختم ہونا چاہیے۔ لہٰذا کسی طور بھی اُن کا انداز معذرت خواہانہ نہیں ہوتا۔

﴿ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ (المائدۃ:54)

''یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے۔''

آگے فرمایا: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ (المائدۃ:55) ''تمہارے دوست تو اللہ اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں۔'' اے مسلمانو! سب سے پہلے تو تمہارا دوست اللہ ہے۔ تم اللہ کے وفادار بنو کہ وہ سب سے بڑھ کر تمہارا محافظ ہے۔ تمہارے مفادات کا خیال رکھنے والا ہے۔ پھر تمہارا ولایت کا تعلق اللہ کے رسولؐ اور اہل ایمان سے ہونا چاہیے۔ ﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝﴾ (المائدۃ:55) ''جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور (اللہ کے آگے) جھکتے ہیں۔'' حقیقی مومن تو وہ لوگ جو خشوع و خضوع کرنے والے ہیں، جو زکوٰۃ بھی دیتے ہیں تو یہ اس لیے نہیں کہ کسی پر احسان کر رہے ہیں، بلکہ بچھ کر دیتے ہیں۔ قبول کرنے والے کا احسان مانتے ہیں کہ اس نے قبول کی۔ ان کے اندر عاجزی ہوتی ہے۔ لیکن یہ عاجزی اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے ہوتی ہے۔

﴿وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝﴾ (المائدۃ:56)

''اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت میں داخل ہوگا اور) اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔''

قرآن مجید میں حزب اللہ اور حزب الشیطان دونوں کا ذکر آتا ہے۔ حزب اللہ میں وہ لوگ شامل ہیں جن کی دوستیاں اللہ، اس کے رسولؐ اور سچے اہل ایمان تک محدود ہیں۔ یہی اللہ کی پارٹی ہے، جو بالآخر غالب ہو کر رہے گی۔ آنحضور ﷺ کے دور میں بھی یہی ہوا۔ جب یہ آیات نازل ہوئی تھیں، ابھی فیصلہ کن فتح نہیں حاصل ہوئی تھی مگر پھر دنیا نے دیکھا کہ دین نہ صرف جزیرہ نما عرب میں غالب آ گیا بلکہ بعد میں مسلمان دو سپر پاورز سے ٹکرا گئے تو اور ان کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اور اب بھی حق و باطل میں جو معرکہ ہو رہا ہے، انجام کار اس میں بھی کامیابی حزب اللہ کے حصے میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ اس کی خبریں آنحضور ﷺ نے دی ہیں۔ اس کی ہلکی سی جھلک افغانستان میں ہمارے سامنے آ چکی ہے کہ وہاں نہتے طالبان نے امریکہ اور نیٹو فورسز کو عبرتناک شکست دی ہے۔ ❁❁

دعائے صحت

☆ حلقہ جنوبی پنجاب منفرد اسرہ تونسہ کے رفقاء، اللہ بخش سکھانی نے ہرنیا کا آپریشن کرایا ہے، کریم بخش بزدار دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں، عمران ابراہیم کے والد دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ بیماروں کو صحت عاجلہ کاملہ عطا فرمائے۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لئے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

تنظیمی اطلاعات

حلقہ پنجاب جنوبی کی مقامی تنظیم ''ملتان کینٹ'' میں عمر کلیم خان کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم ملتان کینٹ میں تقرر امیر کے لئے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 13 نومبر 2014ء میں مشورہ کے بعد عمر کلیم خان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب جنوبی کی مقامی تنظیم ''ممتاز آباد، ملتان'' میں شناور حسین کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم ممتاز آباد، ملتان میں تقرر امیر کے لئے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 13 نومبر 2014ء میں مشورے کے بعد شناور حسین کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

وہ کیا گردوں تھا......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

فاٹا سے رکن اسمبلی نے اپنی پریس کانفرنس میں احتجاج کیا ہے کہ 21 لاکھ بے گھر کیے افراد باعزت واپسی کے منتظر ہیں۔ ملک کی مفت حفاظت کرنے والوں کو بھکاری بنا دیا گیا ہے۔ بابائے خیبر پختونخواہ دھرنے سجائے وزارت عظمیٰ کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ ان کے پاس اتنی فرصت کہاں۔ باعزت حیادار، پردہ دار خاندان خیموں میں سردی میں ٹھٹھرتے حکومتی وعدوں پر جی رہے ہیں۔ تاہم اب پاکستان کو امریکہ سے زبردست شاباش وصول ہوگئی ہے اس کارگزاری پر۔ لہٰذا 21 لاکھ کی بے گھری کوئی ایسا مہنگا سودا بھی نہیں! قبل ازیں چودھری نثار نے برطانوی وزیراعظم کے نمائندہ خصوصی اور برطانوی ہائی کمشنر سے زبردست گلہ گزاری کی تھی پاکستان کی قربانیوں کے عدم اعتراف کی۔ اب آرمی چیف کے امریکہ کے دورے میں یہ اعتراف چھاجوں برسا ہے۔ خلاف معمول پذیرائی اور ضرب عضب پر بے پناہ خوشی کا اظہار۔ نبی کریم ﷺ کی تلوار کے دلیرانہ استعمال پر امریکہ بھی عش عش کر اٹھا! اس کی سرخوشی دیکھتے ہوئے تلوار نبوی ﷺ کو سیرت کی کتابوں میں تلاش کیا۔ آئیے آپ بھی ایمان تازہ کیجیے اس تلوار کے معرکے دیکھ کر جس کا تقدس آج ہمارے ہاتھ میں ہے! نبی کریم ﷺ نے اپنی نہایت تیز تلوار بے نیام کی اور فرمایا کون ہے جو اس تلوار کا حق ادا کرے؟ ابودجانہ ؓ نے پوچھا، اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے دشمن کے چہرے کو مارو، یہاں تک کہ ٹیڑھی ہو جائے۔ اگرچہ کئی صحابہؓ (سیدنا علیؓ و عمرؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ) اسے لینے کو لپک پڑے لیکن یہ حضرت ابودجانہؓ کو اس درخواست پر عطا ہوئی کہ میں اس کا حق ادا کرنا چاہتا ہوں۔ یاد رہے کہ اس سے کچھ دیر قبل آپ ﷺ وہ خطبہ ارشاد فرما چکے تھے جس میں فرمایا: مومن کا دوسرے مومن کے ساتھ وہی تعلق ہے جو سر کا باقی جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ سر میں درد ہو تو پورا جسم اسے محسوس کرتا ہے اور بے خوابی کا شکار ہوتا ہے۔ بات تھی تلوار نبوی ﷺ کی تو ابودجانہؓ تلوار چوم کر لے چلے۔ حضرت زبیرؓ بہادر، جنگجو بھی تھے اور آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی بھی۔ انہیں تلوار نہ ملنے کا ملال تھا اور اس غم میں ابودجانہؓ کے پیچھے ہو لیے کہ دیکھوں کہ یہ تلوار کا حق کیسے ادا کرتا ہے۔ ابودجانہؓ پیش قدمی کرتے مشرکوں کی صفیں چیرتے، لڑتے رہے۔ جس مشرک سے ٹکراتے اس کا صفایا کر دیتے۔ یہ تلوار کافروں کی صفوں کی صفیں الٹتی چلی گئی تا آنکہ ایک انسان کے سر پر بلند ہوئی تو اس نے ہائے وائے مچا دی۔ پتہ چلا عورت ہے! عام عورت نہ تھی ہند بن عتبہ تھی۔ ہند جگر خوار۔ قریشی عورتوں کی کمانڈر۔۔۔ لیکن ابودجانہؓ نے تلوار ہٹالی کہ میں نے رسول ﷺ اللہ کی تلوار کو بٹہ نہ لگنے دیا کہ اس سے کسی عورت کو ماروں۔ ابودجانہؓ کا قہر بن کر کفر پر ٹوٹ پڑنا اور پھر عورت سے ہاتھ ہٹا لینا۔ اس پر زبیر بن عوامؓ مطمئن ہو گئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں (کہ اس تلوار کے حقیقی حق دار گویا وہی تھے!)۔ یہ ہے تلوار نبوی ﷺ اور اس کے حق کی ادائیگی کفر کے بوجہلوں کے مقابل!

اب آئیے واپس پاکستان جس کے انتخابی بخار میں اضافے کو قادری لوٹ آئے ہیں اور آتے ہی آرمی چیف کو پکارتے ہیں کہ غیر جانبدار جے آئی ٹی میں مدد دیں۔ عمران خان الگ آرمی چیف کا نام لے لے کر فوجی (Muscle) کا رعب گانٹھ رہے ہیں۔ حامد ناصر چٹھہ کئی سیاست دانوں سمیت تحریک انصاف میں شمولیت کو تیار ہیں۔ یوں سورج مکھی کی نئی فصل تیار ہو رہی ہے۔ رہے عوام تو ان کی گرمیاں بجلی کے لیے سسکتے گرمی میں جلتے بھنتے گزریں۔ اب سردیوں میں گیس کی لوڈ شیڈنگ پر ٹھٹھر، کپکپا رہے ہیں اور کچھ وہ بھی ہیں جو اغوا کر لیے جاتے ہیں سرکار کی جانب سے پھر پُر اسراریت سے بوری بند لاشوں کی صورت پھینک دیے جاتے ہیں۔ نوشہرہ سے اغوا شدگان کی ایسی ہی 5 بوری بند لاشیں (سب باریش تھے!) صوابی سے ملی ہیں۔ گلوبل ٹیررازم انڈکس کی شائع شدہ رپورٹ کے مطابق امریکہ نے 4 ٹریلین ڈالر اس جنگ میں جھونک دیے جس سے دہشت گردی بڑھی ہے گھٹی نہیں۔ پاکستان اس کے شدید متاثرین میں سے ہے۔ یہ شاید ریاستی دہشت گردی کا تذکرہ ہے۔

اُدھر سید مودودیؒ کی جماعت اسلامی نے سالانہ اجتماع عام کیا۔ ایسے میں ان کی معرکتہ الاراء تصنیف تنقیحات کا ایک مضمون امت مسلمہ، پاکستان اور جماعت اسلامی کو ایمان افروز یاددہانی کرواتا ہے۔ وہ اسباق جو سب ہی بھول گئے۔ سوشل میڈیا کے غلغلے نے سب ہی کو کتاب سے دور کر دیا۔ مسلمان کی طاقت کا اصلی منبع کے عنوان سے رُتبیل، بجستان دُرخج کے فرمانروا کا واقعہ لکھتے ہیں جس نے بنی امیہ کے عمال کو خراج دینا بند کر دیا تھا۔ مسلمان سفراء کو طلب خراج پر کہتا ہے۔ وہ لوگ کہاں گئے جو پہلے آیا کرتے تھے؟ ان کے پیٹ فاقہ زدوں کی طرح پچکے ہوئے ہوتے تھے۔ پیشانیوں پر سیاہ گٹے پڑے رہتے تھے۔ اور کھجوروں کی چپلیاں پہنا کرتے تھے۔ اگرچہ تمہاری صورتیں ان سے زیادہ شاندار ہیں، مگر وہ تم سے زیادہ طاقتور تھے۔ رُتبیل نے خراج دینے سے انکار کر دیا! پھر لکھتے ہیں جو لوگ عہدِ صحابہؓ کے فاقہ کش خستہ حال صحرانشینوں سے زور آزمائی کر چکے تھے انہوں نے ان سروسامان والوں اور ان بے سروسامانوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق محسوس کیا۔۔۔ یہ فرق دراصل ایمان، خلوصِ نیت، اخلاق، اور اطاعت خدا اور رسول ﷺ کا فرق تھا۔ مسلمانوں کی اصلی قوت یہی چیزیں تھیں۔ ان کی قوت نہ کثرت تعداد پر مبنی تھی نہ اسباب و آلات کی افراط پر، نہ علوم و صناعات کی مہارت پر، نہ تمدن و حضارت کے لوازم پر۔ وہ صرف ایمان و عمل صالح کے بل پر ابھرے تھے۔ اسی چیز نے ان کو دنیا میں سربلند کیا تھا۔۔۔ رُتبیل نے دراصل یہ حقیقت بیان کی تھی کہ کسی قوم کی اصلی طاقت اس کی آراستہ فوجیں اس کے آلات جنگ، اس کے خوش خوروخوش پوش سپاہی، وسیع ذرائع و وسائل نہیں ہیں بلکہ اس کے پاکیزہ اخلاق، مضبوط سیرت، صحیح معاملات اور بلند تخیلات ہیں۔ یہ وہ روحانی طاقت ہے۔۔۔ جو خاک نشینوں کو تخت نشینوں پر غالب کر دیتی ہے۔۔۔ اسی کتاب میں کیش مرداں نہ کہ مذہب گوسفنداں میں پڑھیے: عہد صحابہؓ کے مسلمان کس قدر مفلس تھے۔ (باقی صفحہ 12 پر)

خطہ کی صورتحال

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ (دفاعی تجزیہ کار)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

مرتب: وقار احمد

سوال: افغانستان میں نئی حکومت کے قیام کے بعد صدرِ پاکستان نے افغانستان کا دورہ کیا پھر آرمی چیف نے اور اب اشرف غنی پاکستان تشریف لائے ہیں۔ کیا آپ اسے پاک افغان تعلقات کے نئے دور کا آغاز سمجھتے ہیں اور کیا نائن الیون کے بعد پہلی دفعہ افغان حکومت کا Pro Pakistan Tilt نظر آ رہا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: دورے تو پہلے بھی ہوتے رہے ہیں۔ لیکن بہرحال ہمارے صدر اور آرمی چیف کا یہ دورہ ایک نئے سیناریو میں ہوا ہے کہ جب افغانستان سے نیٹو فورسز اور امریکن فورسز واپس جا رہی ہیں۔ امریکا نے پہلے موجودہ افغان حکومت کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا ہے کہ تقریباً 10 ہزار امریکی فوجی افغانستان میں رہیں گے اور بعد ازاں افغانستان میں مزید دو سال رہنے کا حتمی فیصلہ سنا دیا۔ اس پس منظر میں ان دوروں کی ایک اہمیت ہے۔ غور کرنے کی اصل چیز یہ ہے کہ پاکستان کی اس پورے جغرافیائی خطے میں پولیٹیکل سٹریٹجک اہمیت تو بہرحال ہے۔ مگر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری حکومتیں اس صورت حال کا مناسب اور صحیح فائدہ نہیں اُٹھا سکیں۔ جہاں تک افغانستان کی بات ہے بندرگاہ نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے ملکوں سے سامان کی درآمد اور برآمد کے حوالے سے وہ ایران اور پاکستان کے محتاج ہیں۔ اور امریکی فورسز کے انخلاء کے بعد افغان حکومت اس لحاظ سے بھی پاکستان کی مرہونِ منت ہو گی کہ پاکستان ان کی طالبان کے ساتھ کوئی مصالحت کروا دے اور افغانستان کی حکومت کو مستحکم کرنے میں ان کی مدد کرے۔ لہٰذا اس حوالے سے پاکستان کی اہمیت کو افغانستان نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس نئے الیکشن کے نتیجے میں افغانستان میں اشرف غنی صدر بن گئے ہیں اور عبداللہ عبداللہ نائب صدر، لیکن عبداللہ عبداللہ کا جھکاؤ زیادہ تر انڈیا کی طرف ہے۔ تو اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ امریکا افغانستان میں انڈیا کو بھی ایک Importance دینا چاہتا ہے۔ لیکن پاکستان کو اہمیت دیے بغیر افغانستان میں امن کا قیام شاید ممکن نہ ہو سکے۔ کیونکہ پاکستان کے اپنے بھی کچھ Concerns ہیں۔ مثلاً مولوی فضل اللہ افغانستان کے شمالی علاقے میں موجود ہیں جو پاکستان کے اندر کارروائیاں کرواتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہماری حکومت کو چاہیے کہ وہ اس دورے کی اہمیت کو سمجھے۔ اور اس حوالے سے اپنے Concerns کا اظہار کرے تاکہ پاکستان میں امن و سکون قائم ہو سکے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ اشرف غنی کے اس دورے کی بہت اہمیت ہے جبکہ ہمارے وزیراعظم نے اس کی اہمیت کو انڈر مائنڈ کرنے کی کوشش کی کہ ان سے ایک مختصر سی ملاقات ہوئی ہے اور پھر وہ کسی بیرونی دورے پر چلے گئے۔ لہٰذا لگتا ہے کہ ہماری موجودہ حکومت امورِ خارجہ کے معاملات کو زیادہ اہمیت نہیں دے رہی ہے۔ یا انھوں نے یہ معاملات آرمی کے سپرد کر دیے ہیں جیسا کہ آج کل ہمارے آرمی چیف امریکا کے دورے پر گئے ہوئے ہیں۔ جبکہ اشرف غنی کے دورے سے لگتا ہے کہ اس خطے کی کوئی نئی صورتِ حال بننے والی ہے اس حوالے سے ہماری موجودہ حکومت کو امورِ خارجہ کی طرف بھی دھیان دینا چاہیے اور داخلی استحکام کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے لیے اسے تمام سیاسی جماعتوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔

ایوب بیگ مرزا: بات یہ ہے کہ جب کوئی لیڈر آپس میں مذاکرات کرتے ہیں تو اس میں سب سے اہم بات یہ ہوتی ہے کہ جو بات وہ کریں گے کیا وہ اپنے ملک میں اس پر عملی جامہ پہنا سکیں گے یا نہیں؟ اشرف غنی نے یہاں آ کر جن جذبات کا اظہار کیا ہے کہ یہ میرا دوسرا گھر ہے تو یہ پاکستان کے بارے میں ان کی نیک خواہشات ہیں۔ لیکن خود اشرف غنی کی افغانستان میں اپنی حیثیت کیا ہے؟ 62% علاقے پر تو طالبان قابض ہیں وہاں ان کی پوری رٹ قائم ہے۔ وہاں کا پورا نظام و انصرام وہی چلا رہے ہیں۔ باقی 38% علاقے پر دوسرے وارلارڈز دخل اندازی کرتے ہیں اور حکومتِ افغانستان کا زیادہ تر صرف بڑے شہروں میں خاص طور پر کابل میں اثر و رسوخ ہے اور پھر یہ کہ افغانستان کی اصل پالیسی امریکا بناتا ہے۔ لہٰذا اگر اشرف غنی کی ایسی خواہشات ہیں بھی تو دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیسے ان کو عملی جامہ پہنا سکیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہاں ایک نیام میں دو تلواریں ہیں۔ امریکا نے دونوں کو راضی کرنے کے لیے ایک کو صدر اور دوسرے کو چیف ایگزیکٹو بنا دیا ہے۔ تو اس لحاظ سے انھیں اس معاملے میں عبداللہ عبداللہ کا تعاون حاصل نہیں ہوگا کیونکہ ان کا جھکاؤ انڈیا کی طرف ہے۔ تو میرے خیال میں اشرف غنی یہاں کے دورے میں جو معاملات طے کر گئے ہیں وہ ان پر عمل درآمد نہیں کرا سکیں گے ہوگا وہی جو امریکا چاہے گا۔ جبکہ افغان صدر کو اپنے عوامی رجحان کو بھی دیکھنا پڑے گا۔ اسی وجہ سے ہمیں پاکستان اور افغانستان کے آئندہ تعلقات کے حوالے سے کنفیوژن نظر آ رہی ہے۔ ویسے بھی بدقسمتی سے طالبان کے دور کے علاوہ پاکستان اور افغانستان کے تعلقات کبھی بھی اچھے نہیں رہے۔ اسی وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ اس دورے میں ایک مہمان اور ایک میزبان کی حیثیت سے کچھ اچھی باتیں Exchange ہوئی ہیں۔ مجھے کسی بات پر عمل درآمد ہوتا نظر نہیں آتا۔

سوال: چین عنقریب دنیا کی سب سے بڑی اکانومی بن جائے گا۔ چین نے پاکستان کو شامل کر کے جو بینک قائم کرنے کا اعلان کیا ہے کیا اس کے اثرات پاکستان کی اکانومی پر بھی ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بات بالکل درست ہے کہ چائنہ کی اکانومی بہت تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ لیکن چائنہ کوئی نیا بینک نہیں بنا رہا اور نہ ہی اس میں پاکستان کی شمولیت کی کوئی بات ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ایک بینک قائم ہوا۔ BRICS یعنی برازیل، روس، انڈیا، چائنہ اور ساؤتھ افریقہ۔ جس میں مین رول چائنہ کا ہے۔ اور چائنہ اس میں 2 ٹریلین ڈالر کی سرمایہ کاری کر رہا ہے۔ یہ دراصل آئی ایم ایف کے مقابلے میں ایک نیا مالیاتی نظام قائم

کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور جونہی بات آپ کے سامنے آئی ہے وہ اصل میں بینک آف چائنہ کے ساتھ اس کو لنک کیا گیا ہے اور اس میں پاکستان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے کیونکہ پاکستانی حکومت ایسی کوئی غلطی قطعی طور پر نہیں کرتی جس سے اکانومی بہتر ہو۔ اصل دیکھنے والی بات یہ ہے کہ اوباما نے خاص طور پر اس کا نوٹس لیا ہے اور کہا ہے کہ چائنہ واقعتاً ایک Growing اکانومی ہے لیکن اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ پہلے سے موجود مالیاتی سیٹ اپ کو ایک نیا بینک بنا کر ڈسٹرب کر دے۔ چائنہ کو چاہیے کہ آئی ایم ایف کے ساتھ تعاون کر کے پہلے سے موجود سسٹم کو بہتر کرے۔ یعنی آئی ایم ایف اور ہم (امریکا) جس طرح ترقی پذیر ممالک کا خون چوس رہے ہیں چائنہ اس کے راستے میں حائل نہ ہو۔ اور جس معاشی دہشت گردی میں ہم لگے ہوئے ہیں اس پر ہمیں چلنے دے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: حال ہی میں آسٹریلیا میں G-20 کانفرنس ہوئی ہے۔ وہاں پر صدر اوباما نے روس پر سخت تنقید کی کہ وہ یوکرائن میں مداخلت نہ کرے کیونکہ اس سے عالمی نظام ڈسٹرب ہو رہا ہے۔ اس تنقید کی وجہ سے روسی صدر پیوٹن وہ کانفرنس چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ جبکہ دوسری طرف چائنہ IMF کے متوازی ایک بینکنگ کا نظام بنا رہا ہے اس میں روس نے بھی چائنہ کے مؤقف کی حمایت کی ہے اور روبل کو بھی ان کی کرنسی کے ساتھ لنک کر دیا ہے جبکہ دوسرے ممالک بھی اس میں شامل ہو رہے ہیں اسی وجہ سے امریکا کو اپنے ڈالر کی فکر پڑ گئی ہے کیونکہ اگر تیل کا کاروبار ڈالر کی بجائے کسی دوسری کرنسی میں بھی ہوگا تو اس سے امریکا کی اکانومی تو بالکل بیٹھ جائے گی۔ یہ جو امریکا نے عراق اور افغانستان میں جنگیں کی ہیں۔ ان کی وجہ سے وہ ٹریلینز ڈالر کا مقروض ہے اور اوباما کی Rating بھی بہت ڈاؤن ہوگئی ہے۔ کیونکہ امریکا اس وقت معاشی لحاظ سے بالکل تباہی کے کنارے پر کھڑا ہے۔ اگر چائنہ امریکا کے خلاف ہو جائے تو امریکا اک دم بیٹھ جائے گا۔

ایوب بیگ مرزا: اسی لیے چائنہ اب ڈالر کی جگہ گولڈ کو Reserve کے طور پر لے رہا ہے جبکہ آئی ایم ایف نے اپنے چارٹر میں Reserve کے طور پر گولڈ رکھنا ممنوع قرار دیا ہوا ہے۔ پچھلے دنوں گولڈ کی قیمتیں بہت زیادہ بڑھنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ پہلے چائنہ نے گولڈ خریدا اور پھر چائنہ کو دیکھتے ہوئے انڈیا نے بھی خریداری کی۔ آئی ایم ایف ان چیزوں سے گھبرا رہا ہے۔

سوال: آرمی چیف 7 روزہ دورہ پر امریکا تشریف لے گئے ہیں۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ وہ ضربِ عضب کے حوالے سے امریکی حکام کو بریف کرنے گئے ہیں۔ آپ کے خیال میں آرمی چیف کا حالیہ دورۂ امریکا کتنی اہمیت کا حامل ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: دورے کا ایک پس منظر ہے۔ یہ امریکا کے چیئرمین جوائنٹ چیف جنرل ڈیمسی کی دعوت پر کیا جا رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کی اپنی خواہش کے مطابق نہیں ہو رہا بلکہ اس دورے کی امریکا کو ضرورت ہے۔ دراصل انہوں نے ہماری سیاسی اسٹیبلشمنٹ اور ملٹری اسٹیبلشمنٹ میں ایک دراڑ سی پیدا کر دی ہے۔ پچھلے دنوں ہمارے وزیراعظم نواز شریف جنرل اسمبلی میں خطاب کے لیے امریکا گئے تھے تو وہاں ان کی امریکا کے کسی بڑے عہدے دار سے سیاسی سطح پر ملاقات نہیں ہوئی۔ اور اب امریکی براہ راست آرمی سے ڈیل کرنا چاہ رہے ہیں۔ جہاں تک ضربِ عضب کا تعلق ہے تو امریکا نے اس کی بھی تعریفیں شروع کر دی ہیں۔ پہلے وہ کہہ رہے تھے کہ حقانی گروپ کو ٹارگٹ نہیں کیا جا رہا ہے اور اب پاکستان نے بھی بیان دے دیا ہے کہ نہیں ہم تو سب کے خلاف کارروائی کر رہے ہیں۔ پاکستان تو اپنا یہ مؤقف آگے بڑھائے گا کہ ہم نے اتنی قربانیاں دی ہیں اور چونکہ ہم نے آپ کی ایک طرح سے خدمت کی ہے تو ہماری امداد بحال رکھی جائے۔ جبکہ لگتا یہ ہے کہ چونکہ امریکا افغانستان سے جا رہا ہے ان کے اپنے کچھ مفادات ہیں جن کے تحفظ کے لیے انہوں نے آرمی چیف کو دعوت دی ہے تاکہ افغانستان میں جو گورنمنٹ امریکا کی حمایت سے وجود میں آئی ہے اس کے لیے کوئی مشکلات پیدا نہ ہوں۔ آپ کو معلوم ہے ناں کہ پچھلے دنوں امریکا کی طرف سے ایک بیان آیا تھا کہ پاکستان اپنے ہمسایہ ملکوں میں دہشت گردی پھیلا رہا ہے۔ اب اس پس منظر میں آپ یہ دورہ دیکھیں اور جو ضربِ عضب والا آپریشن ہو رہا ہے تو لگتا ہے کہ پاکستان اپنا مؤقف آگے بڑھائے گا اور وہ اپنی کچھ فرمائشیں پاکستان آرمی کے سامنے رکھیں گے۔

سوال: عدلیہ نے عمران اور قادری کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے ہیں۔ کیا حکومت انہیں گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو یہ وارنٹ کیوں جاری کیے گئے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: پہلے تو یہ بات نوٹ کر لیجیے کہ عدلیہ نے یہ فیصلہ نہیں دیا۔ کیونکہ اینٹی ٹیررسٹ کورٹس عدلیہ کا حصہ ہی نہیں ہیں۔ ان کورٹس میں حکومت کا عمل دخل نہ صرف بہت زیادہ ہوتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جو کچھ ہوتا ہے حکومت ہی کروا رہی ہوتی ہے دوسری ایک بڑی مضحکہ خیز صورت حال یہ ہے کہ ایک ایسے شخص کو اشتہاری قرار دیا جا رہا ہے جس کی حفاظت کے لیے حکومت نے پولیس اسکواڈ فراہم کیا ہوا ہے۔ اور وہ پولیس اسکواڈ ابھی تک اس اشتہاری کی حفاظت کر رہا ہے۔ اس طرح کی مضحکہ خیز باتیں پاکستان میں ہی ہو سکتی ہیں مجھے تو افریقہ جیسے پسماندہ براعظم میں بھی نظر نہیں آئیں۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: مہذب ممالک میں تو ایسا کوئی قانون ہی نہیں بنایا جاتا جس پر حکومت عمل درآمد نہ کرا سکے۔ اب شیخ رشید کے خلاف انہوں نے کیس کیا کہ اس نے لوگوں کو بغاوت پر اکسایا ہے لیکن اس کی بھی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ عمران خان اور طاہر القادری کو گرفتار کرنا تو مشکل ہے لیکن حکومت جس کو گرفتار کر سکتی ہے اسے بھی ابھی تک گرفتار نہیں کیا۔ تو یہ خواہ مخواہ اپنا مذاق اُڑوانے والی بات ہے۔

سوال: اگر ان دونوں حضرات یا ان میں سے کسی ایک کو گرفتار کیا گیا تو ملک میں خانہ جنگی کی سی صورت حال پیدا نہیں ہو جائے گی؟

ایوب بیگ مرزا: حکومت کا اگر ماضی قریب دیکھا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ حکومت کو بحرانوں کا بڑا شوق ہے۔ ایک بحران ختم ہوتا ہے تو خود دوسرا پیدا کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر طاہر القادری جب کینیڈا سے پہلی دفعہ پاکستان آئے تھے تو ضربِ عضب کی وجہ سے وہ اپنا پروگرام ملتوی کر رہے تھے اور عمران خان نے اپنا بہاولپور کا جلسہ ملتوی کر دیا تھا۔ یعنی ضربِ عضب کی وجہ سے وہ بیک فٹ پر چلے گئے تھے اور انہوں نے خود حالات کو نارمل کرنے میں حکومت کی مدد کی تھی۔ لیکن حکومت نے ماڈل ٹاؤن کا سانحہ پیدا کر کے قادری کو بھی آنے پر مجبور کر دیا۔ اور عمران خان نے بھی کچھ دن کے بعد وہ جلسہ رکھ لیا۔ اور ایک تحریک شروع ہوگئی۔ اب پھر طاہر القادری کے دھرنا ختم کرنے سے صورت حال تھوڑی نارمل ہو رہی تھی تو حکومت نے اس طرح کے بے معنی قسم کے وارنٹ گرفتاری جاری کر کے بحران کو پھر سے مہمیز دی ہے۔ جبکہ عمران خان نے بھی جلسے کے لیے 30 نومبر کی ڈیٹ دے دی ہے۔ اس کا جوش و خروش آپ محسوس کر رہے ہوں گے کہ جہلم جیسے چھوٹے شہر میں اس کا اتنا بڑا جلسہ ہو گیا۔ ساہیوال میں بھی بہت بڑا جلسہ ہوا۔ یعنی حکومت اپنی نادانی سے عمران خان کو متحرک کر رہی ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: شاید ان کو دباؤ میں لانے کے لیے گورنمنٹ کی یہ ایک پریشر چال ہے ورنہ میں نہیں سمجھتا کہ گورنمنٹ ان کو گرفتار کرے گی۔

وسیم احمد: آپ کا کہنا ہے کہ حکومت خود بحران پیدا کر رہی ہے لیکن عمران خان بھی تو دو اداروں کو لڑانے کی کوشش کر رہے ہیں ناں۔ انھوں نے کہا ہے کہ میڈیا کو خریدنے کے لیے حکومت نے آئی بی کو 270 کروڑ کے فنڈ دیئے ہیں۔ جبکہ آئی بی وزیراعظم کے تحت ایک سویلین ادارہ ہے اور اس کی فنڈنگ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

ایوب بیگ مرزا: آئی بی وہ آئی ایس آئی کی طرح ایک علیحدہ ادارہ ہے ہی نہیں عمران خان نے اب یہ کہا ہے جبکہ یہ بات لوگوں کو بہت پہلے سے معلوم ہے۔ میں آپ کو وہ تاریخ بتا سکتا ہوں جب یہ رقم منتقل ہوئی۔ 12 اگست 2014ء کو یہ رقم حکومت نے آئی بی کو منتقل کی ہے۔ اس کے بعد والی بات میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ رقم مختلف چینلز اور صحافیوں میں تقسیم ہوئی کہ نہیں لیکن یہ رقم منتقل ہونے والی بات اپنی جگہ بالکل درست ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اصل میں دونوں پارٹیز ایک دوسرے کو پریشر میں لانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ حکومت نے ان کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے۔ جبکہ عمران خان نے حکومت پر یہ الزام لگایا ہے کہ حکومت دہشت گردوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے تو انھوں نے بھی جواباً کہا کہ ہم نہیں بلکہ 30 نومبر کو عمران خان دہشت گردوں کو بلائیں گے۔ تو یہ تو ایک دوسرے کے اوپر حملے کر رہے ہیں۔ حقیقت کیا ہے یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: گندی سیاست اپنے عروج پر ہے۔ دونوں طرف سے اس طرح کے حملے ہو رہے ہیں اور دونوں یہ خیال نہیں کر رہے کہ اس وقت خطے کی صورت حال کیا ہے۔ یعنی دنیا بدل رہی ہے، خطے کی تاریخ بدل رہی ہے اور ہمارا معاملہ یہ ہے کہ جس طرح کہتے تھے کہ سرحدوں سے باہر افواج بیٹھی ہوئی تھیں اور رنگیلا شاہ کہہ رہا تھا ہنوز دلی دور است۔ تو ہمارا معاملہ ہنوز دلی دور است والا ہے۔ اور اگر اب بھی ہم نے اس صورت حال کا درست طریقے سے نوٹس نہ لیا تو اللہ نہ کرے کہ ہمارا حال بھی مغلوں جیسا ہو۔

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ”جامع مسجد العابد، وارڈ نمبر 7 حیاتسر روڈ گوجر خان“ میں

14 تا 20 دسمبر 2014ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے،

برائے رابطہ: 0333-5733598, 0321-5564042, 051-3516574

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

☆ فرائض دینی کا جامع تصور (عبادتِ رب، شہادت علی الناس، اقامت دین)

اور

”قرآن اکیڈمی 25 آفیسرز کالونی بوسن روڈ

(عقب ملتان لاء کالج) ملتان“ میں

19 تا 21 دسمبر 2014ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

نقباء کورس (نئے و متوقع نقباء کے لئے)

کا انعقاد ہو رہا ہے،

برائے رابطہ: 061-6520451,0331-7045701

زیادہ سے زیادہ رفقاء مندرجہ بالا پروگراموں میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

بقیہ: کار تریاقی

جھونپڑیوں اور کمبل کے خیموں میں رہنے والے، تمدن کی شان شوکت سے ناآشنا۔ نہ ان کے لباس درست، نہ غذا درست، نہ ہتھیار درست نہ سواریاں شاندار مگر ان کی جو دھاک اور ساکھ دنیا میں تھی وہ نہ اموی عباسی عہد میں مسلمانوں کو ملی نہ بعد کے کسی عہد میں۔ ان کے پاس دولت نہ تھی مگر کریکٹر کی طاقت تھی جس نے دنیا میں اپنی عزت اور عظمت کا سکہ بٹھا دیا۔ ان مضامین کا حرف حرف آج امریکہ کے آگے سجدہ ریز امت سمیت، سب ہی کی رہنمائی کے لیے ایک آئینہ ہے! افغان مجاہدین کی پامردی، سربلندی اور ہماری کس مپرسی، نئے پاکستان (فدوی و غلام امریکہ) پر بلیغ تبصرہ بھی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آج سید مودودیؒ کی سورۃ الانفال، سورۃ التوبہ کی بے مثل تشریحات و دیباچے اور تنقیحات کا یہ مضمون شائع کر کے فکر و نظر کی آبیاری کی جاتی۔ ایک یاد دہانی!

وہ کیا گردوں تھا جس کا تو ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

حب الوطنی کی قیمت

محمد سمیع

حب الوطنی کی کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی۔ آپ فضائیہ کے جانباز سرفراز رفیقی کی حب الوطنی کی کیا قیمت لگائیں گے جنہوں نے 1965ء کی جنگ کے دوران اپنی جان پر کھیل کر بھارت میں ایک ائیر پورٹ پر اپنے طیارے کو کریش کرکے وہاں موجود بھارتی فضائیہ کے طیاروں کو تباہ کیا، حالانکہ انہیں، کہتے ہیں، کہ اس کا آپشن دیا گیا تھا کہ وہ اپنے طیارے سے بیل آؤٹ کر جائیں۔ اسی طرح پاک فوج کے ان جوانوں کی حب الوطنی کی کیا قیمت لگائیں گے جو چونڈہ کے محاذ پر بھارتی ٹینکوں کے سامنے اپنے جسموں پر بم باندھ کر لیٹ گئے تھے، تاکہ وطن کی آبرو رہ جائے۔ لیکن ایک طرف وہ محب الوطن افراد ہیں جو بنگلہ دیش میں دار پر لٹکائے جارہے ہیں کیونکہ انہوں نے 1971 کی جنگ میں پاکستانی کی حیثیت سے پاکستانی فوج کا ساتھ دیا تھا۔ رہا یہ الزام کہ انہوں نے بنگالیوں کو قتل کیا تھا تو اس الزام کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ سقوط ڈھاکا کے بعد وہاں کے غیر بنگالی شہریوں کو وہاں کی جیلوں کو قیدیوں کی مطلوبہ تعداد سے تین چار گنا افراد سے بھر دیا گیا تھا۔ حالانکہ ان میں شاید انگلیوں پر گنے جانے والی تعداد ان کی ہوتی تھی جنہوں نے عملی طور پر پاک فوج ساتھ کا ساتھ دیا ہو۔ البتہ ان سب کے دل پاک فوج کے ساتھ تھے۔ ان سب پر یکساں فرد جرم عائد کی گئی تھی۔ جس میں ان پر لوٹ مار، قتل و غارت، جنسی جرائم وغیرہ کے الزامات تھے اور یہ تمام جرائم اس دو ڈھائی سال کے معصوم بچوں پر بھی لادے گئے تھے جو اپنے والد یا دیگر رشتے داروں کے ساتھ وہاں پہنچ گئے تھے۔

پاک فوج کا ساتھ دینے والوں میں بلا تخصیص بنگالی و غیر بنگالی تھے جو ایسٹ پاکستان سول آرمڈ فورسز اور البدر اور الشمس نامی تنظیموں میں شامل تھے۔ آج ہمارے کچھ ''محب وطن'' جماعت اسلامی پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ الشمس اور البدر اسی کی قائم کردہ تنظیمیں تھیں اور ان میں شامل لوگوں نے بنگالیوں کا قتل عام کیا تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جماعت اسلامی وہاں بھی باطل قوتوں کے خلاف سینہ سپر تھی اور یہاں بھی ہے اور وہاں کی مذکورہ تنظیموں میں بنگالی پاکستانی بھی شامل تھے۔ حیرت ہے کہ ہمارے ان نام نہاد ''محب وطن'' دانشوروں نے ان بنگالیوں پر اپنے ہی بنگالی بھائیوں کے قاتل ہونے کی بات نہیں کی۔

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ بنگلہ دیش میں دو قسم کے طبقات پاکستان سے اپنی حب الوطنی کی سزا بھگت رہے ہیں۔ ایک تو وہ غیر بنگالی ہیں جنہیں عرف عام میں بہاری کہا جاتا ہے حالانکہ ان میں بیشک عظیم اکثریت بھارت کے صوبہ بہار سے ہجرت کرنے والوں کی ہے، لیکن ان میں نہ صرف بھارت کے دیگر علاقوں کے مہاجروں کے علاوہ اس وقت کے مغربی پاکستان کے لوگ بھی شامل ہیں اور جو گزشتہ 43 سال سے وہاں کے کیمپوں میں محصور ہیں اور شیڈولڈ کاسٹ سے بھی ان کو کمتر حیثیت حاصل ہے اور چونکہ انہیں ہماری کسی حکومت نے آج تک پاکستانی تسلیم نہیں کیا، لہٰذا وہ وہاں جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قیام پاکستان کے نتیجے میں جان و مال اور عزت وآبرو کی بے مثال قربانی پیش کی۔ ان کے لئے کیسے ممکن تھا کہ وہ مشرقی پاکستان میں شورش کے زمانے میں علیحدگی پسندوں کا ساتھ دیتے۔ انہوں نے قیام پاکستان کے بعد دفاع وطن کے لئے ایک بار اسی قربانی کو دوہرایا۔

دوسرے وہ بنگالی ہیں جنہوں نے کسی بھی حیثیت سے پاکستانی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے ملک کے دفاع کا خدمت انجام دیا تھا، خواہ وہ جماعت اسلامی کے لوگ ہوں یا کسی بھی اور تنظیم سے وابستہ رہے ہوں۔ ان کی حب الوطنی کا یہ حال ہے کہ انہوں نے نہ صرف دفاع پاکستان کا فریضہ انجام دیا بلکہ بنگلہ دیش قائم ہونے کے نتیجے میں وہاں ہی رہائش اختیار کرکے اپنے ملک سے حب الوطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں کی سیاسی اور معاشی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ ان میں سے کچھ لوگ تختۂ دار پر چڑھائے جارہے ہیں، ایک ایسے نام نہاد عدالت کے ذریعے جس کو دنیا بنیادی شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے تسلیم نہیں کررہی۔

ایک طرف تو ان پر وہ ظلم ہورہا ہے اور دوسری جانب ہماری حکومت کا ظلم دیکھیں کہ وہ ان دار پر چڑھنے والوں کے معاملے کو بنگلہ دیش کا اندرونی معاملہ قرار دے رہی ہے۔ خواجہ نوید احمد کراچی کے ایک معروف وکیل ہی نہیں، ایک سینئر کالم نگار بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق بخشی کہ وہ بنگلہ دیش کے عالمی ٹریبونل کے اس ظلم کا اپنے کالم میں نہ صرف ذکر کریں بلکہ اس حوالے سے حکومت کو اپنی جانب سے ظلم کے اس سلسلے کو روکنے کے لئے تجویز بھی پیش کریں۔ لیکن کون سنتا ہے فغان درویش کے مصداق مجھے یقین نہیں کہ حکومت ان کی تجویز کو درخور اعتناء بھی سمجھے گی۔ وہ تحریر فرماتے ہیں: ''مجھے خارجہ امور سے زیادہ واقفیت نہیں ہے مگر پھر بھی عام شہری کی حیثیت سے میرے ذہن میں یہ خیال ابھرتا ہے کہ ان لوگوں کو پاکستان اور پاکستانی افواج کا ساتھ دینے پر سزائیں دی جارہی ہیں۔ کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر بنگلہ دیش کو یہ شہری منظور نہیں تو ہمیں دے دیئے جائیں۔ انہوں نے ہمارا ساتھ دیا تھا، انہیں جنگی قیدی سمجھا جائے۔ پوری دنیا میں جنگی قیدیوں کے تبادلے ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ اس وقت پاکستان کے ساتھ تھے تو ہم ان کو اب بھی پاکستانی تصور کرتے ہیں، انہیں جنگی قیدی سمجھ کر ہمارے حوالے کیا جائے۔ اگر ہم چاہیں گے تو خود مقدمہ چلالیں گے۔ غیروں کے ہاتھوں پاکستان دوستوں پر جنگی جرائم میں نہ تو مقدمہ ہمیں منظور ہے اور نہ ہی کوئی سزا۔ اگر ہم نورالامین کو کراچی میں دفنا سکتے ہیں تو جماعت اسلامی کی امیر کو بھی پاکستان میں رکھ سکتے ہیں۔ میرا حکومت کو مشورہ ہے کہ اپنے وزارت خارجہ کے ماہرین کو یہ ٹاسک دے اور اس پر کوئی پالیسی بیان فوری طور پر بنایا جائے اور جماعت اسلامی کے رہنماؤں کو پاکستان لایا جائے۔ ان کی رہائش اور روزگار کی فکر حکومت کو نہیں کرنی پڑے گی، جماعت

اسلامی (پاکستان) ان کو سنبھال لے گی۔ میرا پاکستان کے دانشوروں کو بھی یہ مشورہ ہے کہ وہ اس موضوع پر زیادہ سے زیادہ سوچیں اور دیکھیں اور اس مسئلے کا کوئی سیاسی حل نکالیں۔‘‘

میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ وہ محصورین بنگلہ دیش کے بارے میں غور فرمائیں جو گزشتہ چار عشروں سے زیادہ عرصے سے پاکستان منتقلی کی آس لگائے ہوئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قیام پاکستان کے بعد مشرقی پاکستان کو ہجرت کی تھی اور بنگلہ دیش کے قیام تک وہ پاکستان کے شہری رہے ہیں۔ وہ چونکہ ایک قانون دان ہیں، لہٰذا وہ اس پر روشنی ڈال سکیں گے کہ پاکستانی حکومت انہیں اپنا شہری تسلیم کرنے کے لئے کیوں آمادہ نہیں۔ اگر اس سلسلے میں کوئی قانونی رکاوٹ ہو تو اسے دور کرنے کے لئے بھی کوئی حل تجویز فرمائیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے سقوطِ ڈھاکا کے موقع پر حکومت پاکستان نے کہا تھا کہ وہاں مقیم لسانی اقلیت کو تحفظ دیا جائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ سرنڈر ایگریمنٹ میں ان محصورین کے بارے میں کوئی معاہدہ شامل تھا یا نہیں لیکن کیا صرف انہیں لسانی اقلیت قرار دے کر حکومت پاکستان اپنے شہریوں سے جان چھڑا سکتی ہے۔

ان لوگوں کی منتقلی کے لئے اب تک نجی اداروں کی سطح پر جو کچھ بھی جدوجہد کی گئی ہے، محترم نوید احمد ایڈووکیٹ صاحب مجھ سے زیادہ واقف ہوں گے۔ اس جدوجہد میں اگر ان کی یہ کاوش بھی شامل ہو جائے اور اس کے نتیجے میں ان کی منتقلی کی راہ ہموار ہو جائے تو یہ ایک بہت بڑی بات ہوگی اور اللہ تعالیٰ انہیں اس کا دنیا و آخرت میں صلہ عطا فرمائیں گے۔

☆☆☆

ضرورت سیکورٹی گارڈ

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد کراچی میں دینی وضع قطع اور پابند شریعت کل وقتی چوکی دار / سیکورٹی گارڈ کی ضرورت ہے، تنخواہ کے علاوہ رہائش اور کھانا بھی ادارہ فراہم کرے گا، ذاتی اسلحہ مع لائسنس کے حامل کو ترجیح دی جائے گی، تعلیمی قابلیت کم از کم میٹرک۔

رابطہ: حمزہ جنیدی

0321-2949205 - 021-36806561

لوٹ آؤ!

عاطف ضیاء

یہ تحریر گزشتہ ایام میں پاکستان میں آنے والے سیلاب کے حوالے سے لکھی گئی۔ اگر چہ وہ حادثہ گزر چکا ہے لیکن اس سے عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے، جو کہ اس تحریر کا حاصل ہے۔

تاحدِ نگاہ پھیلا ہوا پانی، سمندر کی طرح جس کا دوسرا کنارہ معدوم ہو، اک ویرانی و بربادی لئے ہوئے زمان و مکاں۔ کیچڑ میں اَٹی مردہ فصلیں اس طرح کھڑی ہیں جیسے محشر میں اکٹھے کیے گئے سر جھکائے خوفزدہ اور مایوس لوگ۔ کچے مکانوں کے آثار، جن کو دیکھ کے گمان تک نہیں ہوتا کہ کبھی یہاں کوئی بستا تھا۔ یہاں پر بسنے والے لوگ بھی کیسے لوگ ہیں؟ یہ کس جہاں کے لوگ ہیں؟ کیسی سپاٹ، پتھر اور بے اثر آنکھیں۔ نہ ان آنکھوں میں ماننے اور چاہنے کی چمک، نہ وفا کا حوصلہ، نہ جفا کی جرأت۔ ہونٹوں پہ نہ دعا، نہ بد دعا ہی، نہ دل میں اضطراب اور نہ آنکھوں میں کوئی خواب۔ نہ اپنے ’’ہونے‘‘ کا دعویٰ اور نہ اپنے ’’نہ ہونے‘‘ ہی کا گلہ۔ یا خدا...... یہ کس جہاں کے لوگ ہیں؟ نہ اپنی بربادی پر ماتم کناں، نہ سود و زیاں کا خوف۔ ایسا لگتا ہے جیسے خدا نے وجود کے ’’ہونے‘‘ کا احساس ہی اُٹھا لیا ہو۔ اُف میرے خدایا...... ایسی تباہی و بربادی خدا کے ایسے بے لاگ فیصلے...... جو خدا اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرنے والا ہو، جس خدا نے اپنی اس تخلیق سے ایسی ٹوٹ کر محبت کی ہو، جس کے ساتھ اُس نے وفا کی ہو اور وفا کا حق ادا کیا ہو، اُس کے لئے ایسے فیصلے...... اپنے سامنے اُس فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ‘‘ ’’جو چاہے کر ڈالنے والا‘‘ (البروج:16) اور وَلَا یَخَافُ عُقْبٰهَا ’’اور اُسے اپنے کیے کا کوئی خوف نہیں ہے۔‘‘ (الشمس:15) کے فیصلوں کا عملی مشاہدہ کرنا، اور جھیلنا میرے لئے انتہائی کربناک اور مشکل تھا۔ مگر ایسے بے لاگ فیصلوں کے پیچھے ایک لمبی کہانی کار فرما ہے۔

خدا کے ایسے فیصلوں کے پیچھے انسانوں کی اِک مسلسل بے وفائی اور مستقل بے اعتنائی کار فرما ہے۔ خدا کو راضی اور خوش کرنا فطرت کا تقاضا ہے۔ پس اُس کی رضا کو اپنی رضا بنالیں، کسی بھوکے کو کھانا کھلا دیں۔ کسی پیاسے کو پانی پلا دیں اور نہیں تو کسی کی دلجوئی کر دیں، یا کسی کے آنسو پونچھ دیں اور جو اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے یعنی خدا کو ’’خدا‘‘ سمجھ لیں اور مان لیں۔ اُس کے ہو جائیں، وہ آپ کا ہو جائے گا۔ کتنے آسان اور فطرت انسانی پر کتنے سہل یہ کام ہیں۔ ویسے بھی ’’ماننا‘‘ انسان کی فطرت میں خدا نے ودیعت کر رکھا ہے۔ ماننے میں ہی سکھ ہے، ماننے میں ہی آسانی ہے۔ اب اس کے برعکس خدا کو ناراض کرنا مشکل ہے۔ اس کے لئے آپ کو اپنی فطرت کے خلاف بڑے بڑے کام کرنے پڑتے ہیں۔ خدا کو ناراض کرنے کے لئے آپ کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے، دھوکا دینا پڑتا ہے، ضمیر فروش ہونا پڑتا ہے، ہر ندائے خیر کو مصلحتوں کا کفن پہنانا پڑتا ہے، متکبر بننا پڑتا ہے، جبار بننا پڑتا ہے۔ کتنے مشکل اور فطرت انسانی پر کتنے گراں ہیں یہ کام۔ مگر افسوس ہم نے یہ سب مشکل کام کیے اور بدرجہ اتم کیے اور خوب کیے۔

دنیا کا ایک معروف کلیہ ہے کہ جب بھی کسی جنس کو بے وقعت کرنا ہو تو اُس کی بازار میں ارزانی کر دی جاتی ہے۔ شاید مملکت خدائے واحد کے بازار سماوی میں جنس انسانی کی وقعت ’’بے وقعت‘‘ کر دی گئی ہے۔ اسی لئے آج انسان بھی ارزاں، انسان کی ہر ہر املاک بھی ارزاں، اُس کا ہر دکھ، ہر خوشی، ہر خواب، ہر چاہت بھی ارزاں۔

یہ تو تھا تصویر کا ایک رُخ۔ اب آیئے دوسرے رُخ کی طرف۔ اس مایوسی اور ناامیدی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھی خدا اپنے بندوں کا ہاتھ نہیں چھوڑتا۔ وہ ’’العزیز‘‘ (ایسا زبردست جو سب پر غالب ہو) ’’الجبار‘‘ (اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا) ’’المتکبر‘‘ (کبریائی والا) ’’الخافض‘‘ (پست کر دینے والا) ہونے کے ساتھ ساتھ ’’الرحمٰن‘‘ (بے حد رحم کرنے والا) ’’الرحیم‘‘ (بے حد مہربان)

’’الرّؤوف‘‘ (بہت پیار کرنے والا) بھی ہے۔ ان سب سے بڑھ کر وہ ’’الصبور‘‘ (صبر و تحمل کرنے والا) بھی ہے۔ آج بھی وہ اپنے بندوں کے لوٹ آنے کا منتظر ہے۔ وہ صبر اور تحمل کرنے والا ہے کہ شاید میرے بندے واپس لوٹ آئیں۔ ذرا تھوڑی دیر کے لئے یہاں رک کر غور کریں، ایک طرف جو ہستی القہار ہو، العزیز ہو، الجبار ہو اور دوسری طرف اپنے بندوں کی محبت میں الصبور بھی ہو۔ کون کون سے محبت کے تقاضے ہیں جو اُس نے نہ نبھائے ہوں اپنے بندوں کی محبت کی خاطر۔ وفا کی کون کون سی ادائیں ہیں جو اُس نے نہ نبھائی ہوں اپنے بندوں کی محبت کی خاطر۔ اپنی قہاریت پر، اپنی جباریت پر ہمیشہ اپنی رحمانیت کو غالب رکھا۔ در اصل ہم نے اپنے منصب کو فراموش کر دیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں عرش کی بلندیوں پر دیکھنا چاہتا ہے اور ہم پاتال کی گہرائیوں کو اپنی منزل بنا کر بیٹھے ہیں۔ وہ ہمیں عزتوں کے تاج پہنانا چاہے اور ہم ذلتوں کے کانٹوں بھرے لبادوں کے متلاشی۔

ہمیں اِس وقت اجتماعی اور انفرادی طور پر بھرپور اور پرخلوص توبہ کی ضرورت ہے۔ ہمیں پلٹنا ہوگا، واپس لوٹنا ہوگا اپنے اصل کی طرف، اپنے مسکن کی طرف، اپنے ربّ کی طرف۔ گو کہ بہت دیر ہو چکی ہے مگر وقت ہاتھ سے نکلا نہیں ہے۔ گو کہ دن کا اُجالا معدوم ہو چکا ہے اور رات طاری ہے مگر رات ہی تو ہے۔ ابھی سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوا۔ ابھی اسرافیل نے صور میں پھونکا نہیں ہے۔ ابھی نرخرے میں جان باقی ہے۔ ابھی جسم و جاں کے کشکول میں متاعِ آبرو باقی ہے۔ ہمیں واپس لوٹنا ہوگا۔ ابھی اس دشت بیاباں میں امید کے، وفا کے، خلوص کے اور ایمان کے چراغ جلانا ہوں گے۔ دیر ہو چکی ہے مگر منزلوں کا یقین ابھی دل میں باقی ہے، ابھی دِل میں اُس کی جستجو باقی ہے، اُس کی آرزو باقی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وقت کے ایک بادشاہ کا گزر ایک پر رونق بازار سے ہوا۔ وہاں اُسے ایک درویش ملا۔ جو کہہ رہا تھا کہ بادشاہ حقیقی اور اُس کے بندوں میں ناراضی ہو گئی ہے۔ میں صلح کروانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اللہ تو مانتا ہے مگر یہ بندے نہیں مان رہے۔‘‘ کچھ عرصے کے بعد اُسی بادشاہ کا گزر ایک قبرستان سے ہوا۔ وہاں پر اُس نے اُسی درویش کو موجود پایا۔ بادشاہ نے درویش سے پوچھا ’’اب اس ویرانے میں کیا کر رہے ہیں؟‘‘ درویش نے جواب دیا ’’اب بھی وہی کام کر رہا ہوں۔ اللہ اور اُس کے بندوں میں ناراضی ہو گئی ہے۔ صلح کروانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اب یہ بندے تو مان رہے ہیں، مگر اللہ اب نہیں مانتا۔‘‘

آخر میں میری ’’ارباب اختیار‘‘ سے استدعا ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو، انسانوں کو، انسان سمجھ لیں۔ صرف سیلاب، زلزلے یا آفات کے دنوں میں ہی اُن کی طرف نظر التفاف نہ کریں بلکہ عام حالات میں بھی وہ بہت مجبور اور بے کس ہیں۔ غربت، جہالت اور گمراہی دور کرنے کے لئے فوری طور پر اقدامات کیے جائیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے نفسوں کے حوالے نہ کیجئے۔ ہم اپنے لئے جب اور جو چاہیں گے بُرا ہی چاہیں گے۔ ہم اپنے آپ کو آپ کے سپرد کرتے ہیں۔ ہمیں توبہ کرنے کی اور سچی توبہ کرنے کی، وفا کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ ہمارے نزدیک وفا کرنے کا معیار اور پیمانے بالکل مختلف ہیں۔ عین ممکن ہے کہ ہم جسے وفا سمجھ رہے ہوں تیرے نزدیک وہی بے وفائی ہو۔ خدا ہمیں سچی وفاداری کی توفیق دے۔ دوستو یقین کیجئے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفا نہ کرنا ہی سب سے بڑی بے وفائی ہے۔ ہمیں اس وقت فوراً اللہ سے صلح کر لینی چاہیے۔ ابھی وہ مان رہا ہے، ہم نہیں مان رہے۔ یہ نہ ہو کہ کل ہم مان رہے ہوں اور وہ نہ مانے۔

’’کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو‘‘ جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے نا امید مت ہو جانا، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو غفور و رحیم ہے۔ پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور مان جاؤ اُس کی بات۔ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہ مل سکے‘‘۔ (الزمر:54,53)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم بی اے، خلع یافتہ (ساتھ 3 سال کا بیٹا) کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-9448294 0322-4480494

☆ لاہور میں رہائش پذیر صدیقی اردو سپیکنگ فیملی کو اپنے بیٹے، حافظ قرآن، عمر 42 سال، ذاتی رہائش، ذاتی کاروبار، کو عقد ثانی کے لئے (پہلی بیوی سے علیحدگی) دیندار گھرانے سے 30 سال تک کنواری یا بیوہ کا رشتہ درکار ہے۔ حافظہ، عالمہ کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0310-4004748 0346-4406686

☆ بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایم اے عربی، تفسیر کا کورس (الھدیٰ)، رنگ قدمی، قد "5'.6، شرعی پردہ کی حامل کے لئے دیندار، تعلیم یافتہ اور برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0323-4260713 042-35929757

☆ لاہور کے رہائشی، حافظ قرآن (نابینا)، عمر 37 سال، گھروں میں بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں، کے لئے کنواری یا مطلقہ کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0305-4398407 0342-4100889

☆ کراچی میں رہائش پذیر دینی مزاج کی حامل فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ڈی فارمیسی، کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0331-2855195

دعائے مغفرت

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم قرآن اکیڈمی کے نقیب جناب رضی احمد خان کی ساس کا انتقال ہو گیا

☆ داروغہ والا تنظیم کے ناظم دعوت و تربیت عاطف افضل اور رفقاء محمد شاہد، کاشف افضل اور تنویر علوی کی دادی وفات پا گئیں

☆ رفیق تنظیم اسلامی سمن آباد لاہور محمد حسن کی نانی جان اور دادی جان یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں

☆ تنظیم اسلامی کینٹ، لاہور کے مبتدی رفیق ظفر اقبال بلوچ کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی نیو ملتان کے رفیق عامر رضا کے والد بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین سے بھی مرحومین کے لئے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

کیا جواب دو گے؟

ارشاد بھٹی

ابھی کل ہی کی بات لگتی ہے کہ قذافی، حسنی مبارک، بن علی اور صدام حسین کے اقتدار کا سورج سوا نیزے پر تھا۔ یہ سب ''گریٹ لیڈرز'' تھے۔ ان سے ملنا، بات کرنا کسی اعزاز سے کم نہ تھا۔ جن سے یہ سیدھے منہ بات کر لیتے، ان کے چال چلن ہی بدل جایا کرتے۔ ہمارے ایک وزیراعظم قذافی سے ملنے لیبیا گئے۔ ڈھائی دن انتظار کے بعد 10 منٹ کی ملاقات ہو پائی اور پھر 10 منٹ کی اس ملاقات کے 10 دن تک چرچے ہوتے رہے۔ ہیلری کلنٹن وزیر خارجہ بنیں تو اس نے قذافی سے ملنا چاہا۔ کرنل صاحب ان دنوں صحرا میں خیمہ لگائے فطرت کی خوبصورتیوں میں کھوئے ہوئے تھے۔ ہفتہ بھر کی خط و کتابت اور ٹیلی فونک رابطوں کے بعد کرنل قذافی نے اپنے چھوٹے بیٹے معتصم قذافی کو اس پیغام کے ساتھ امریکہ بھجوا دیا کہ اسے مل لیں، یہ بھی مجھ جتنا ہی بااختیار قذافی ہے۔ اسی بااختیار معتصم قذافی کو جب ہم وطنوں نے تشدد کے بعد گولی مار کر ہلاک کیا تو اس وقت ایک بنیان اور شلوار کے علاوہ اس کے جسم پر کچھ نہ تھا۔

کیا وقت تھا، کیا شان تھی۔ قذافی کے ولی عہد بیٹے سیف الاسلام قذافی نے 2010ء کی اپنی سالگرہ خوابوں کے جزیرے ''مانٹیگرو'' میں منائی۔ یہ وہ جزیرہ ہے کہ جہاں صرف ارب پتی جایا کرتے ہیں اور جہاں 12 مہینے بادل زمین پر بچھے رہتے ہیں۔ سیف الاسلام کے لئے پورا جزیرہ بک تھا۔ دنیا بھر سے اس کے خرچے پر دو ہزار مہمان وہاں پہنچے۔ صف اوّل کے فنکار، ہیرے اور سونے کے تاجر، ولی عہد اور شہزادے، کون تھا جو سیف الاسلام کو ''ہیپی برتھ ڈے'' کہنے نہیں آیا۔ یہ وہی سیف الاسلام تھا جسے ٹونی بلیئر ''مائی فرینڈ'' کہہ کر پکارتا تھا، جو ملکہ برطانیہ کا مہمان بن کر کئی مرتبہ شاہی محل میں رہا، جو دنیا بھر سے کوئی چیز خریدتے ہوئے کبھی قیمت نہیں پوچھتا تھا۔ جس کے لئے خاص طور پر پرفیوم بنائے جاتے اور جو کہیں بھی ایک ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کرنے کا اختیار رکھتا تھا۔ آج وہی سیف الاسلام طرابلس کے 12 فٹ چوڑے اور 16 فٹ لمبے کمرے میں قید ہے اور ایک بیڈ اور دو جوڑے کپڑوں کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں۔ بادشاہوں کا بادشاہ کہلانے والا کرنل قذافی اپنے جن لوگوں کو غلیظ کیڑے اور کاکروچ کہتا رہا، اُنہی کاکروچوں اور غلیظ کیڑوں نے نہ صرف اس کی ننگی لاش سڑکوں پر گھسیٹی بلکہ اسے صحرا میں کسی نامعلوم مقام پر اس وقت دفنایا جب اس کا مردہ جسم پھول کر پھٹنے والا ہو چکا تھا اور بدبو برداشت سے باہر تھی۔

ابھی کل ہی کی بات لگتی ہے کہ ایک دن حسنی مبارک کے بڑے بیٹے، جمال مبارک کو نہ جانے کیا سوجھی۔ دوست کی سالگرہ تھی۔ ایک خاص ذائقے والے کیک کا آرڈر ایک سوئس سیون اسٹار ہوٹل کو دیا۔ تمام دوستوں کو ایک جہاز میں بٹھایا اور اُدھر کیک تیار ہوا اور اِدھر یہ سب بھی سوئٹزر لینڈ پہنچ گئے۔ سبزے سے ڈھکے پہاڑ، پہاڑوں میں درختوں اور آبشاروں سے بھری وادی، وادی میں موجود سیون اسٹار ہوٹل اور سیون اسٹار ہوٹل کا مالک عملے سمیت اپنے ان مہمانوں کے استقبال کے لئے خود موجود۔ سب کچھ تیار تھا، کیک کٹا، کافی اور سوپ پیا گیا اور 3 گھنٹوں کے بعد یہ قافلہ واپس قاہرہ روانہ ہو گیا۔ آج اُسی جمال مبارک کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں اور وہ کہیں اور نہیں قاہرہ میں ہی اپنے بھائی کے ساتھ ایک قید خانے میں بند ہے۔

30 سال تک مصر کے سیاہ و سفید کا مالک حسنی مبارک جس کے لئے کپڑے تیار کرنے والی اٹالین فیکٹری کو اجازت نہیں تھی کہ وہ کچھ اور بنا سکے۔ جس کے پاس دنیا بھر کے رہنما اپنے مسائل کے حل کے لئے آیا کرتے تھے، آج وہی حسنی مبارک کینسر کے مرض میں مبتلا اسپتال میں ہے۔ ہسپتال کے کمرے کو جیل قرار دیا جا چکا ہے اور پوری دنیا اسے لوہے کے پنجرے میں عدالتی پیشیاں بھگتتے دیکھ چکی ہے اور دیکھ رہی ہے۔

تیونس کا راجہ بن علی جو کبھی اتنا بااختیار تھا کہ اُس نے ایک بار اپنے نائی کو نائب وزیر بنا دیا۔ لیکن جب ایک سبزی فروش کی خودسوزی پر لوگ گھروں سے نکلے تو اسی بن علی کو سعودی عرب کے علاوہ کہیں اور جائے پناہ نہ ملی۔ سونے کے برتنوں میں کھانے کے شوقین، نئی گاڑیوں اور جدید اسلحے کے شیدائی اور اقتدار کی خاطر داماد تک کو مار دینے والے چرواہے کے بیٹے اور سوتیلے باپ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر بغداد آنے والے صدام حسین کے چوہے کے بل جیسی چند فٹ کی سرنگ سے پھانسی گھاٹ تک جانے کے مناظر۔ کہاں گئے یہ سب بادشاہ، کہاں گئیں ان کی بادشاہتیں، کیا ہوا ان کی دانائیوں اور حکمتوں کو اور کیسے مٹی میں مل گئے یہ سب ناز نخرے۔ کل جو سب کچھ تھے آج وہ ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہے۔ فرمان الٰہی ہے کہ ''سب نے فنا ہو جانا ہے، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی۔'' حضرت علیؓ سے کسی نے کہا، بہت پریشان ہوں۔ فرمایا، کیوں؟ وہ کہنے لگا سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس دنیا کے لئے کتنا کچھ کروں اور آخرت کے لئے کتنا کچھ کروں۔ فرمایا ''اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ جتنا یہاں (دنیا میں) رہنا ہے اتنا اس کے لئے کرو اور جتنا وہاں رہنا ہے اتنا اُس کے لئے کرو۔''

آج دل تو چاہ رہا ہے کہ اپنے قذافیوں، حسنی مبارکوں، صداموں ان کے سب چہیتوں کو بتاؤں کہ مٹھی خواہ ٹارزن کی بھی ہو، وقت کو پھسلنے سے روک نہیں سکتی۔ طاقت فرعون کی بھی ہو اور دولت قارون سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو، جب سورج ڈھلنے کا وقت آتا ہے تو اندھیرے خواہ رات کے ہوں یا قبر کے، آ کے ہی رہتے ہیں۔ آج دل تو چاہ رہا ہے کہ اپنے لوکل قذافیوں، حسنی مبارکوں اور صداموں، ان کے جمال مبارکوں اور سیف الاسلاموں سے کہوں کہ تم سے زیادہ طاقتور اور عقل والے ہو کر بھی جب وہ کچھ بچا نہ پائے تو درازرسی کے کھینچنے پر تم کیا کرو گے، ان کی دولتیں اور جاہ و جلال جب ان کے کسی کام نہ آئیں تو سوئس بینکوں میں پڑے ڈالر اور دنیا بھر میں پھیلے تمہارے عیش کدے کیا تمہیں بچا لیں گے۔ رسول خدا کا عمر فاروقؓ جب فرات کے کنارے بھوک سے مرنے والے کتے کی جوابدہی سے خوفزدہ ہے تو تم اپنی 67 سالہ عوامی قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ کا کیا جواب دو گے۔ کاش ایوب، ضیاء، بھٹو یا بے نظیر، کوئی ایک ہی چند لمحوں کے لئے آ کر ان کو بتا جائے کہ آگے کیا ہوا، ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ تاریخ کا سب سے بڑا سبق یہی ہے کہ تاریخ سے کسی نے سبق نہیں سیکھا، اس لئے مجھے تو یہی لگتا ہے کہ جب تک یہ گردنیں موجود ہیں ان گردنوں سے سریے نہیں نکلیں گے۔ آخر میں جاتے محرم اور آتے دسمبر کے ان لمحوں میں کربلا سے سقوط ڈھاکہ کی بڑھتے ہوئے عدیم ہاشمی مرحوم کا یہ شعر آپ کی نذر:

ہم ایک لاکھ تھے ہم نے تو سر جھکا دیئے
حسینؓ تیرے بہتر سروں پہ لاکھوں سلام

اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں؟

بنت نوید احمد

آج سے 67برس قبل مسلمانانِ ہند کے لیے خوابِ اقبال کی خوشنما تعبیر پاکستان کی صورت میں سامنے آئی تھی۔ مگر بدقسمتی سے وہ خوشنما تعبیر آج اہلِ پاکستان کے لیے بدنما تصویر بن چکی ہے۔ جہاں ایک طبقہ تو حکمرانی کے نشے میں دھت، تو دوسرا طبقہ ان کے بچھائے گئے جالوں میں مست!!!

آج اقبال کے دیس کی اتنی ابتر حالت کس وجہ سے ہے؟ جواب واضح ہے کہ رب کائنات سے عہد شکنی کی صورت میں جس قدر سزائیں ہمیں مل چکی ہیں وہ ہمیں جھنجھوڑنے کے لیے کافی تھیں۔ نتیجہ تو یہ نکلنا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ سے پھر مضبوط رشتہ استوار کرلیا جاتا اور احکامِ خداوندی کی بجاآوری کے لیے یہ خطۂ زمین وقف کر دیا جاتا، لیکن نہیں!! ہم اب بھی اپنے نظریات، اپنی اقدار، اپنی روایات کو پاؤں تلے روندکر تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانانِ پاکستان کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے کئی جھٹکے دیئے۔ چاہے وہ قحط سالی کی شکل میں ہوں یا زلزلوں کی، قتل وغارت گری کا معاملہ ہو یا باہمی فسادات کا۔ ہر طرح کی بیماریاں بھی ملکِ عزیز میں پھیل چکی ہیں کہ ہر دوسرا شخص اس کا شکار نظر آتا ہے اور اب حالیہ سیلاب بھی شاید ہماری بیداری کا سامان پیدا نہ کرسکے۔ لاکھوں بے گھر افراد، زندگی کی بنیادی ضرورتوں کے محتاج، جن کے گھر مسمار ہوچکے ہیں اور کسی کا پورا خاندان ہی لقمہ اجل بن چکا ہے۔ ایک طرف بے بس اور بے کس لوگ روٹی کے لقموں کو ترس رہے ہیں تو دوسری طرف اسلام آباد کے مرغزاروں میں ملکی سالمیت کے نام پر میلا برپا ہے۔ ناچ گانے کی مخلوط محافل خود ہی عذابِ الٰہی کو دعوت دیتی نظر آتی ہیں۔

ان حالات میں تمام مسلمانان پاکستان کا فرض ہے کہ عصبیت کے بتوں کو پاش پاش کر کے اور علاقائی تعصبات سے بے نیاز ہوکر اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کے لیے یکجا ہوجائیں اور اس دیس کو مزید اجڑنے سے بچائیں۔ لیکن ہمارے نوجوان جنہیں اقبال نے شاہین کا لقب دیا تھا شاہین کی صفت سے بے نیاز ہوکر قصرِ سلطانی کے گرد ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں۔ اقبال کی تعبیر یہ ملک تو بے شک اجڑ تا رہے لیکن یہ شہرِ اقتدار ان کی توجہ کا مرکز ہے۔ وہ دور تو بیت گیا جب اقبال کا شاہین پہاڑوں میں پرواز کرتا تھا۔ اب اگر شاہین پہاڑوں کی چٹانوں میں بسیرا کرنا بھی چاہے تو ڈرون فضائی حملے انہیں ایسا کرنے سے روک دیتے ہیں۔ یہی شاہین تو امریکہ کی آنکھ میں کھٹکتے ہیں لہٰذا انہیں نیست ونابود کردو!!

اسلام پر عمل پیرا ہونے والوں کے لیے اس دنیا میں جگہ نہیں رہی!! یہ آج کے اِس خود ساختہ خداؤں کا قانون ہے اور ہماری امت باطل کے ان بچھائے گئے جال میں پوری طرح جکڑی ہوئی ہے۔ امت مسلمہ کا یہ حال ہے کہ گفتار کے غازی تو نظر آجاتے ہیں مگر کردار کے غازیوں کی بات آئے تو جواب ندارد!! سیکولر اور لبرل عناصر جو اپنے آپ کو روشن خیال ظاہر کرتے ہیں ان سے شکوہ کیا کرنا! شکوہ تو آج ان دین دار طبقوں سے ہے جو ایسے بدتر حالات میں بھی خانقاہی نظام میں مصروف ہیں، جو عمل پیرا ہیں تو امر بالمعروف پر!! ہماری اکثریت ''نہی عن المنکر'' کو پس پشت ڈال چکی ہے۔ جبکہ کچھ تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو حق کو بخوبی جانتے اور پہچانتے بھی ہیں لیکن اس کے باوجود حق کو چھپائے بیٹھے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی خالصتاً دین اسلام کی بات کرے تو دجالی میڈیا کے منفی پروپیگنڈے سے عوام کو اُس سے متنفر کردیا جاتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد سے ہی امت محمدیہ ﷺ کی امیدیں پاکستان سے وابستہ ہوگئیں تھیں، کیونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود آنے والی واحد مملکت تھی۔ لیکن آج یہ صورتحال ہے کہ یہاں اسلام کے نام لیواؤں کے لیے زمین تنگ کردی گئی ہے۔ آج مجھے پھر کسی قائد واقبال کا انتظار ہے جو صحیح معنوں میں اس اجڑے چمن کو جناح واقبال کا پاکستان بنادے۔ شاید کسی شاعر نے اقبال کے دیس کا یہ حال درست ہی سنایا ہے:۔

دہقان تو مر کھپ بھی گیا، اب کس کو جگاؤں
اُگتا نہیں خوشۂ گندم کہ جلاؤں
شاہیں کا ہے گنبدِ شاہی پہ بسیرا
کنجشک فرومایہ کو اب کس سے لڑاؤں
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں؟
شاہین کا جہاں آج مولے کا جہاں ہے
ملتی ہوئی ملا سے مجاہد کی اذان ہے
مانا کہ ستاروں سے بھی آگے ہیں جہاں اور
شاہیں میں مگر طاقت پرواز کہاں ہے؟
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں؟
دیکھو تو ذرا محلوں کے پردوں کو اٹھا کر
شمشیر و سنا رکھے ہیں طاقوں میں سجا کر
آتے ہیں نظر مسندِ شاہی پہ طبلچی!!!
تقدیر امم بیٹھی ہے طاؤس میں جا کر
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں؟
تھامے ہوئے اب بھی ہیں فولاد کی تلوار
پر کٹتی نہیں اب ذوق یقین سے کوئی زنجیر
قرآں بھی وہی ہے، وہی یاسیں، وہی طٰہٰ
لیکن نہ کوئی خالد نہ کوئی حیدرِ کرار
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں؟
حق گوئی و بے باکی سے شرماتا ہے مومن
بیکاری و ریاکاری پہ اتراتا ہے مومن
جس رزق سے پرواز میں کوتاہی کا ڈر ہو
وہ رزق بڑے شوق سے کھاتا ہے مومن
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں؟
کردار کا، گفتار کا، اعمال کا مومن
قائل نہیں اس طرح کے جنجال کا مومن
سرحد کا، پنجاب کا کوئی بنگال کا مومن
ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں کوئی اقبال کا مومن
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں؟

This is not goodbye

By Malik Muhammad Ashraf

According to a recent report in the New York Times, President Obama has signed a secret order authorising US forces to continue executing missions against the Taliban and other militant groups threatening US troops and Afghan government for another year, meaning thereby that the earlier announcement and pledge by Obama for ending combat role for US troops beyond 2014 stands effectively rescinded.

Reportedly, the new authorisation also allows US air strikes to support Afghan forces on combat missions and US troops to occasionally accompany Afghan troops on operations against the Taliban.

The decision to extend the combat role of the US forces has ostensibly been dictated by the prevailing ground realities. And the ground realities are that after a decade-long military adventure in Afghanistan that has consumed 1,800 lives of US soldiers and 763 private contractors besides injuring 14,342 servicemen and $450 billion spent on securing and rebuilding Afghanistan, the US finds itself in a no-win situation. Despite having dismantled Al-Qaeda it has failed to achieve other objectives in the country.

The Taliban have not been defeated and still remain a major threat to the US-NATO forces. The security situation in Afghanistan remains perilously fragile, as is evident from the ability of the Taliban to attack highly fortified security installations, their repeated attacks on US-Nato soldiers and the latest suicide attack during a volleyball match in Afghanistan on November 23 which killed 50 people and injured 60 others. The US plan to build and train a strong Afghan army comprising 352,000 soldiers to take over the responsibility of the security of the land by the end of 2014 also seems to have gone awry.

The frequent defections by Afghan soldiers as well as assaults on fellow Afghan and US-Nato soldiers are a strong testimony to the fact that the Afghan army has been penetrated by Taliban sympathisers. There is a growing feeling among the American intelligentsia, politicians and media that the American strategy of counter insurgency, which combined military action with winning support of certain elements of the Taliban by driving a wedge between them, has failed.

The new order by Obama, therefore, is no surprise. It was quite expected by those following events in Afghanistan. In fact American military commanders have been quite sceptical about Obama’s decision to end US combat mission by the end of 2014. Leon Panetta, who served as CIA director from 2009 to 2011 and secretary of defence from 2011 to 2013 in the Obama administration, had categorically stated in early August 2012 that the US would continue relying on its military might to subdue the Taliban and that the region might remain volatile for a long time to come.

The obtaining scenario in Afghanistan is undoubtedly a sequel to the unimaginative policies of the US. The Afghan army that the US tried to build consists mostly of supporters of the Northern Alliance. The Pakhtuns who are 40 percent of the population of Afghanistan genuinely feel deprived of their legitimate share; a very strong factor in swelling the ranks of the Taliban.

The Taliban are a potent political force in Afghanistan and not merely a militant outfit as viewed by the US. They take US-Nato troops as an occupying force, as do the majority of the people of Afghanistan. They have categorically opposed the presence of US forces on Afghan soil and declined to accept the legitimacy of the

government installed there as a result of the elections held under the auspices of the US. The US attempts to eliminate the Taliban was inherently an ill-conceived policy option divorced from the demographic, historic and political realities of Afghanistan.

After having dismantled and uprooted Al-Qaeda from Afghanistan, the US should have immediately announced the cessation of its military operation and worked on a way to end animosity between different factions in the country and initiate a political process that is participated in by all political entities. That initiative would have certainly invoked a much more positive response from the Taliban and Afghanistan would have been extricated from the three-decade old conflict that has consumed thousands of human lives and destroyed the entire infrastructure of the country. It would have also helped check the spread of terrorism in the region and beyond.

As things stand at the moment, the prospects of peace returning to Afghanistan in the near future remain as elusive as ever. The decision to extend combat role for US troops in Afghanistan might provide protection to the Afghan government for as long as they remain involved in military operations against the Taliban but it certainly cannot establish peace in that war-torn country. To the contrary, this decision might lead to the escalation of confrontation in Afghanistan and further complicate matters.

Nevertheless, the installation of a representative government in Afghanistan and the newfound bonhomie between the Pakistan and Afghanistan governments characterised by a desire to recalibrate there relations to promote shared economic prosperity, strong regional linkages and a joint fight against terrorism, are surely encouraging developments.

The new narrative jointly developed by the civilian and military leadership in Pakistan has invoked a very positive response from the Afghan side and there is an imperative need for an abiding commitment to follow this path. The new Afghan government is also committed to reconciliation with the Taliban because the ultimate solution to the Afghan conundrum lies in bringing the Taliban into the mainstream of Afghan politics through an Afghan-led and Afghan owned process of reconciliation encouraged and supported by both the US and Pakistan.

The US, therefore, must re-engage the Taliban for a meaningful dialogue to address their apprehensions by recognising their role in orchestrating peace in Afghanistan. Pakistan, as it did in facilitating the Doha talks between the two sides, can still play a significant role in bringing them together.

The US would also have to revisit its stance on assigning a significant role to India in Afghanistan in the post-US era. India has been supporting the Northern Alliance against the Taliban and therefore its involvement in Afghanistan in any form would not be acceptable to them. This policy is also inimical to the strategic interests of Pakistan. What the US could not achieve through its military might can surely be accomplished through intelligent handling of the situation keeping in mind ground realities. **(Courtesy: The News)**

تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

شمارہ دسمبر 2014ء صفر المظفر 1436ھ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

افغانستان: قانونِ فطرت کو سمجھئے! — محبوب الحق عاجز

فتنۂ انکارِ حدیث — سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

فرائض کا التزام اور رسول اللہ ﷺ کی جامع نصیحتیں — ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اجتماعی زندگی کا مہلک ترین مرض: نجویٰ — انجینئر حافظ نوید احمد

تکبر: ایک تجزیاتی مطالعہ — ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

مشمولات

کم سنی کی شادی — امجد صدیقی

تیسری عید؟! — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

ذوالقرنین، سدِ ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج (۲) — شاہین عطر جنجوعہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی "بیان القرآن" باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے:

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 25 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرونِ ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور